سیرۃ

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ

از

نظام الدین مغربی

دو روپے پچاس پیسے
ایک ڈالر امریکی

اقراء باسم ربك الذی خلق

سیرۃ

حضرت عبد اللہ ابن عمر فاروق رضی

از

سید غلام محمد نظام الدین مغربی

صدر شعبۂ تاریخ ۔ اردو آرٹس کالج حیدرآباد

(شائع کردہ)

حضرت ابو ہریرہ رض اکیڈیمی

بیت المدینہ 5-9-156 باغ عام روڈ حیدرآباد دکن

تاریخ اشاعت ۔ ۱۰ / ستمبر ۱۹۸۳ء

قیمت
ڈھائی روپیہ سکہ ہند
ایک ڈالر امریکی

مطبوعہ پرنٹو پریس سدی عنبر بازار حیدرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

ابتدائیہ

یہہ نومبر ۱۹۵۸ء کا واقعہ ہے کہ مجھے حکومت آندھرا پردیش کے سررشتہ تعلیمات سے وابستہ ہونے کا موقعہ ملا اور میرا تقرر گورنمنٹ ہائی اسکول سنگاریڈی ضلع میدک پر کیا گیا اس وقت سے آج تک میں پیشہ تدریس میں مصروف ہوں اس مدت میں مجھے ہندوستان کے مختلف شہروں، یونیورسٹیوں اور کالجوں میں توسیعی لکچرس دینے، مسلم طلباء، طالبات، معلمین و معلمات سے ملنے، بات چیت کرنے، سماجی، مذہبی اور معاشی مسائل پر ان کے خیالات معلوم کرنے کا بکثرت موقع ملا۔ ساتھ ہی وزارت تعلیم حکومت ہند کی طرف سے مجھے استنبول یونیورسٹی بھیجا گیا۔ ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۲ء اس سفر میں لبنان، ترکی اور ایران بھی دیکھے استنبول جغرافیائی اعتبار سے دنیا کا انوکھا شہر ہے جو یورپ اور ایشیاء کے سنگم پر اس طرح واقع ہے کہ دنیا کے ہر علاقہ کا آدمی اس شہر سے گذرتا ہے اسی لئے اس مبارک شہر کے قیام کے دوران متعدد قومیتیں رکھنے والے مسلم نوجوانوں، اہل علم اور طالبان علم سے گفتگو کرنے اور ان کے خیالات اور نظریات کو جاننے کا موقعہ ہاتھ آیا۔

ان سارے تجربات کے بعد میں اس نتیجے پر پہونچا ہوں کہ سیرۃ النبی ﷺ اور سیر صحابہ رض سے ناواقفیت یا کم واقفیت نے سارے عالم اسلام کے مسلمان طلباء، طالبات اور نوجوانوں کو عملی طور پر اسلام سے دور کر دیا ہے۔ ہندوستان میں تبلیغی جماعت ہی ایک ایسی جماعت نظر آئی جو اسوہ صحابہ رض پر زیادہ زور دیتی ہے مگر اس جماعت کے طریق کار کو قریب سے دیکھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ وہ صحابہ رض کی زندگی کے چند مخصوص رخ ہی پیش کرنا چاہتی ہے جن میں ان کا تبلیغی رخ شدت سے پیش کرتی ہے۔ میرا انفرادی اور بالکل شخصی اور ذاتی خیال یہہ ہے کہ اصحاب رسول کریم ﷺ اور حضور رسول ﷺ کی حیات ہائے مقدسہ کے ایسے واقعات بھی ہر مسلم نوجوان کے علم میں رہنا چاہئے جو بالکل نجی سمجھے جاتے ہیں حقیقت یہہ ہے کہ یہ نجی واقعات بھی ہماری منفی کیفیات کو دور کرنے میں اکسیر کا کام انجام دیتے ہیں۔ سادہ ان واقعات کا علم بھی ہماری زندگی کے بہت سے پہلو سنوارنے میں خوب حصہ لیتا ہے اسی لئے میں طویل عرصہ اس کرب میں مبتلا رہا کہ سیرۃ النبی ﷺ اور سیرۃ صحابہ رض کے عمیق مطالعہ کے بعد ان واقعات کو تقریر اور تحریر کے ذریعہ لوگوں میں پھیلایا جائے۔ تقریباً تیرہ سال سے لگاتار میں حیدرآباد شہر میں بی اے کے طلباء اور طالبات کی تدریس بحیثیت پیشہ انجام دے رہا ہوں۔ دن رات میرا سابقہ مسلم نوجوانوں کے ساتھ ہے میرا ذاتی خیال یہہ ہے کہ مسلمان جوانوں کی بہترین نسل وہ ہے جو گذشتہ دس سال میں شہر حیدرآباد میں ابھر آئی ہے اور اس نسل کا ابھرنے میں مڈل ایسٹ سے آنے والی کمائیوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ میں اپنے ہندوستان گیر طویل سفر کے بعد بار بار

سفر کے بعد مشاہدہ کرکے اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ حیدرآباد شہر کے مسلمان نوجوانوں کا ایک بہت بڑا گروہ اپنے اخلاق، عادات اور طرزِ معاشرت میں اس وقت دنیا کا بدترین اور بداخلاق ترین گروہ ہے۔ اگر کوئی صاحب ہمارے مسلم نوجوانوں کے اخلاق کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں تو کسی ریلوے اسٹیشن جاکر اس منظر کو دیکھیں کہ کوئی حیدرآبادی مسلم نوجوان مڈل ایسٹ جا رہا ہو تو اس کے مسلمان دوست احباب اس کو رخصت کرتے وقت ریلوے اسٹیشن پر کس قدر چھوٹی حرکات کرتے ہیں؟ دوسرا منظر وہ ہوتا ہے جبکہ کسی تھیٹر سے فلم دیکھ کر واپس ہوتے تھیٹر اور تھیٹر سے کچھ دور سڑک پر ان کے حرکات اور افعال ہوتے ہیں۔ تیسرا منظر جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اور اس منظر سے دلچسپی رکھنے والے بالکل انجان طریقے پر مشاہدہ کرکے حیدرآباد کی ابھرنے والی مسلم امت کی کیفیت کا اندازہ کرسکتے ہیں۔ وہ منظر امتحانات کے دوران امتحانی ہال اور امتحانی مراکز کے اطراف نظر آئے گا۔ اسی طرح کسی مسلم کالج کے فنکشن میں ہمارے مسلم طلباء جو حرکات کرتے ہیں انھیں دیکھ کر جانور بھی شرما جائیں۔ یہ صرف چند مقامات کی مختصر نشاندہی ہے اس کے علاوہ اور بھی کثیر مواقع کی خوب نشاندہی کی جاسکتی ہے جن کو دیکھ کر صاف صاف سمجھ میں آجائے گا کہ حیدرآباد کے موجودہ مسلم نوجوان آگے کے زمانے میں دین کی کیا خدمت کرسکتے ہیں۔؟ اپنے وجود اور بقا کے لئے کیا کرسکتے ہیں؟ اور شہر حیدرآباد پر اگر آنے والی کوئی آفت ٹوٹ پڑے تو اس آفت میں یہ سارے نوجوان کس طرح تنکوں اور ریزوں کی طرح بہہ جائیں گے اور شہر حیدرآباد میں اسلام کی داستان بھی باقی نہ رہ سکے گی۔ یہ ایک ایسے شخص کے تاثرات ہیں جو قوموں کے عروج و زوال کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس حقیر کے اندازے غلط ہوجائیں اور بہتری کی نئی راہیں اللہ تعالیٰ جلد از جلد پیدا کردیں۔ اور ہمارے مسلم نوجوان اسلامی طرزِ زندگی اصحاب رسول کریم کے نقشِ قدم پر اختیار کریں۔ (آمین)

ہماری ملت کے نوجوانوں کی حیات میں سیرۃ النبی ؐ اور سیرۃ صحابہ ؓ کی قدریں پیدا کرنے کے لئے اس خادم حقیر نے اپنی حقیر بساط کے مطابق تقاریر اور تحریروں کے ذریعے جو کوشش شروع کی وہ ۲-۰/ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ سے خصوصیت کے ساتھ شروع ہوئی ۱۳۹۲ھ میں آخری بڑے صحابی حضرت انس بن مالک ؓ کی وفات ہو کر ٹھیک تیرہ سو سال ہوئے تھے اکابر صحابہ ؓ میں حضرت انس ؓ نے سب سے زیادہ طویل عمر پائی تھی اور ۹۲ھ میں انتقال فرمایا۔ غالباً سارے کرۂ ارض پر حیدرآباد شہر کو اس بات کا فخر حاصل رہا کہ اس شہر میں حضرت انس بن مالک ؓ کا تیرہ سو سالہ یوم منایا گیا تھا۔

اس یوم کے انعقاد کے لئے میں بہت سی شخصیتوں سے ربط پیدا کرتا رہا لیکن کسی نے اس بارے میں حامی نہیں بھری حیدرآباد کے ایک بزرگ عالم حضرت مولانا محمود پاشاہ قادری تخت نشین اس کام کے لئے تیار ہوئے اور انھوں نے بہت بھاری رقم خرچ کرکے ایک بڑا جلسہ اپنے جدِ اعلیٰ حضرت میراں حبیب اللہ قادری تخت نشین ؒ کے روضہ مقدسہ کے احاطہ میں کار وائی منعقد فرمایا۔ حیدرآباد کی بہت ہی نامی گرامی شخصیتوں، صحیفہ نگاروں، علماء اور مشائخین کو اس جلسہ میں مدعو کیا۔ مقررین کی حیثیت سے کئی اصحاب مدعو کئے گئے لیکن کسی نے بھی تقریر کی زحمت گوارا نہیں کی واحد مقرر کی حیثیت میں اس خادم کو سیرۃ انس بن مالک ؓ پر بالتفصیل تقریر کا موقعہ رہا۔ اور یہ محفل اپنی نورانیت اور ماحول کی کیفیات کے لحاظ سے بھی ایک یادگار محفل تھی۔ اس محفل کے بعد حیدرآباد اور اضلاع آندھرا پردیش میں سیرۃ الصحابہ ؓ پر جلسوں کا ایک سلسلہ آہستہ آہستہ چل پڑا۔ بالآخر حیدرآباد کی عظیم تنظیم کل ہند مجلس تعمیر ملت نے ہر سال ۱۳/ ربیع الاول کو عظیم الشان پیمانے پر جلسہ سیرۃ صحابہ منعقد کرنے کا التزام شروع کیا ہے۔ ۱۴۰۳ھ سے سیرۃ صحابہ ؓ کی عظیم الشان محفل منعقد ہو رہی ہے کہ جس میں ڈیڑھ تا دو لاکھ اصحاب شریک رہتے ہیں۔ اور متعدد مقررین اس محفل کو مخاطب کرتے حیدرآباد پر پولیس ایکشن کے بعد ہر سال ۱۲/ ربیع الاول کو عظیم الشان پیمانے پر جلسہ سیرۃ النبی ؐ منانے کا آغاز کرنے کا سہرا بھی مجلس تعمیر ملت کے سر ہے اور یہ جلسہ اس زمانے میں شروع کیا گیا جبکہ دس مسلمان ایک جگہ جمع ہونے سے خوف کھاتے تھے پھر حیدرآباد کی ہر مسجد اور ہر محلے میں جلسہ ہائے سیرۃ النبی ؐ منانے کا رواج چل پڑا۔ اب ربیع الاول ۲-۱۴۰ھ سے مجلس تعمیر ملت کی جانب سے جلسہ سیرۃ صحابہ ؓ کا آغاز ہونے کے بعد سے شہر حیدرآباد، اضلاع، دیہات میں بھی جگہ جگہ ذکر صحابہ کی محفلیں بڑی کامیابی کے ساتھ وقفہ وقفہ سے سال بھر منعقد ہو رہی ہیں۔ اللہ ان محفلوں کو صحیح معنی میں سیرۃ صحابہ ؓ کی عملی صورت گری کا ذریعہ بھی بنادے (آمین)

اور مقررین کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنے بیان کی ملت کی نوجوان نسل کے قلوب میں نئی روح پھونک سکیں۔ محفل صحابہ ؓ کے بعد پھر اس حقیر نے "سیرۃ صحابہ" پر کتابوں کی تیاری کا سلسلہ شروع کیا۔ اس سلسلہ کا آغاز بھی ربیع الاول ۱۴۰۲ھ سے ہوا۔ اب تک سیرۃ حضرت مصعب بن عمیر ؓ، سیرۃ حضرت انس بن مالک ؓ انصاری ؓ، سیرۃ حضرت سعد بن معاذ انصاری ؓ، سیرۃ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ، سیرۃ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف ؓ، سیرۃ حضرت زید بن حارثہ ؓ اور سیرۃ حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح ؓ چھاپی جاچکی ہیں اور زیر طبع حضرت عبداللہ ابن عمر فاروق ؓ ہیں۔ خدمت ہے یہ سلسلہ سست اور بے حد دھیما ہے۔ تقریب ڈیڑھ سال کی مدت میں اٹھارہ صحابہ ؓ کی سیرۃ آسانی سے چھاپی جاسکتی تھیں لیکن حیدرآباد شہر جہاں تقریب دس لاکھ مسلمان آباد ہیں دو ڈھائی روپیہ کی ایک کتاب کی صرف ایک ہزار کاپیاں فروخت ہونے ایک سال سے زاید مدت لگتی ہے۔ ایسی صورت میں ایک کتاب سے لگائی ہوئی لاگت نکال کر دوسری کتاب چھاپنا انتہائی کٹھن کام ثابت

ہو رہا ہے۔ اضلاع میں بھی ان کتابوں کی فروخت کی کوشش کی گئی تو سوائے کریم نگر اور کرنول کے
کسی اور ضلع آندھرا پردیش میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہو سکی۔ اورنگ آباد، نیلور، محبوب نگر، اور گلبرگہ
جیسے کثیر مسلم آبادی والے علاقوں میں افسوس ناک ناکامی رہی۔

حیدرآباد کے بعض مسلم محلے مڈل ایسٹ کے روپیہ کے سبب اس قدر دولت مند ہو
چکے ہیں کہ عیدین کے موقع پر ان محلوں کے پوسٹ آفس میں پانچ پانچ ہزار روپے کے پوسٹل اسٹامپس
فروخت ہوتے ہیں۔ بعض مشہور گانے والے مرد اور گانے والی عورتوں اپنے پروگرام ان محلوں
میں کئے تو ایک رات میں انھیں تیس ہزار تا چالیس ہزار روپے کی بخشش دی گئی۔ اور ایسے
علاقوں میں یہ کتابیں دو سو بھی فروخت نہ ہو سکیں۔ ایسی صورت میں اس کام کو آگے بڑھانا کسی
پہاڑ سے دودھ کی نہر نکالنے کے مماثل ہے۔ موجودہ زمانے میں دودھ کی نہر نکالی ہی نہیں جا سکتی۔
بس کھارے پانی کا ایک کنواں تکلا سے کھودا جا سکتا ہے اور اسی طرح اس طباعتی سلسلے کو سخت مشقت
کے ساتھ چلایا جا رہا ہے۔ ممکن ہے یہ سلسلہ زیادہ عرصہ تک جاری بھی نہ رہ سکے کیونکہ ہر کام کے
کرنے والے کی کچھ بساط ہوتی ہے۔ جو چیز بساط سے باہر ہو جائے وہ کب تک جاری رہ سکے گی۔؟

حیدرآباد شہر میں اس وقت ماہ اگسٹ ۱۹۸۳ء میں ایک کیلو پیاز ڈھائی تا تین
روپے فروخت ہو رہی ہے۔ سالی اور ادرک لہسن اس سے بھی بہت زیادہ قیمت سے فروخت
ہو رہے ہیں اور ایک پیاز فروش روزانہ ایک سو کیلو پیاز آسانی سے فروخت کر لیتا ہے۔
لیکن سیرۃ صحابہؓ پر سخت محنت شاقہ کے ذریعے مواد جمع کر کے اور اس کی طباعت پر ایک تا
دو ہزار روپیہ سرمایہ خرچ کر کے کتاب چھاپی جاتی ہے۔ اہم اخبارات میں اس کی خاطر خواہ تشہیر
بھی کی جاتی ہے تو دو ماہ میں ڈھائی روپیہ قیمت کی ایک سو کتابیں فروخت نہیں ہو سکتیں۔

آج سے پچاس ساٹھ سال بعد جو مورخ حیدرآباد کی بربادی کی اگر کوئی تاریخ
مرتب کرے گا تو اس کے لئے مواد تلاش کرنے میں میرا یہ پیش لفظ بڑی مدد دے گا۔ اور
اس وقت کے لوگ آسانی سے جان سکیں گے کہ حیدرآباد کے مسلمان تباہی کا شکار کس وجہ
سے ہوئے۔۔۔۔؟

میں کوئی پیشین گو نہیں ہوں اور نہ میں اس شہر کے مسلمانوں کی کوئی بربادی
چاہتا ہوں۔ لیکن نوجوان نسل کی بے حسی، ضعیف العمر اصحاب کی اسراف پسندی، شادی
خانوں کے برقی قمقموں کی روشنی میں بحیثیت مورخ اس ملت کی بربادی کے کھلے تاثرات محسوس

کر رہا ہوں۔ اس لئے اس تحریر کے ذریعے اہل فکر۔ اور ملت کے لئے درد مند دل رکھنے والوں
کو جھنجھوڑنا چاہتا ہوں کہ اپنی ملت کی نوجوان نسل کے اخلاق کی اصلاح، ان کی تعلیمی ترقی طبیعات
کیمیا، ریاضی، طب، انجینئرنگ، معاشیات اور کامرس کے کورسس میں ان کی گرتی ہوئی تعداد
کو بچانے اور ان کے قلوب میں حمیت ملی پیدا کرنے کچھ کیجئے۔

ہماری ملت کی ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ تمام مسلم اداروں پر وظیفہ خواروں کی اکثریت
قابض ہے اور یہ وظیفہ خواری نسل کو ابھرنے میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں یہ وظیفہ یاب لوگ وہی ہیں
جو پولیس ایکشن کے بعد اپنے عہدے بچانے کے کئی کام کر چکے ہیں اور اب یہ ملت کے ہمدرد
بنے ہیں تا کہ ملت کی ہمدردی کے نام پر انھیں اونچی کرسی پر بیٹھے رہنے کا موقع ملتا رہے اور ان
وظیفہ خواروں کا کرسیوں پر قبضہ کئے رہنا بھی نوجوانوں کو ملی مسائل سے دلچسپی لینے سے دور
کر رکھا ہے۔ جب وظیفہ یاب آئی اے ایس ملی اداروں پر خالی ہونے والی کرسی کو دبوچ
لینے مسلسل مصروف ہیں تو نوجوان خود بخود ملی اداروں اور ملی مسائل سے عدم دلچسپی کی طرف راغب
کئے جا رہے ہیں حد اور انتہا یہ ہے کہ ہر مسجد کی کمیٹی پر بوڑھے، نڈھال، ناکارہ، اپاہج،
لنگڑے لولے افراد قبضہ جمائے ہوئے ہیں تو لازماً نوجوان ملی مسائل و مذہبی مسائل کو بوڑھے
اور ناکارہ لوگوں کی ذمہ داری سمجھ کر اپنی دلچسپیوں میں مشغول ہیں ضرورت ہے کہ ملی مسائل سے نمٹنے
نوجوانوں کی ہمت افزائی کی جائے تا کہ وہ آگے کے زمانہ کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے اہل
ہو سکیں۔ ورنہ یہ ملت بہت جلد برباد ہو جائے گی جس کی جواب دہی بروز حشر
ان ہی وظیفہ یاب آئی اے ایس اور غیر آئی۔ اے ایس۔ ایسے لوگوں پر رہے گی جو ہر کرسی کو
دبوچ رہے ہیں جس پر کوئی نوجوان آ سکتا ہے۔ فقط

وما علینا الا البلاغ

نظام الدین مغربی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ۔ خلیفہ دوم امیر المومنین

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے
تھے۔ وہ ایک عظیم الشان والد کے عظیم الشان فرزند تھے۔
اب دنیا قیامت تک ایسے باپ بیٹوں کو دیکھنے ترستی رہے گی
اور ان دونوں "باپ بیٹے" کا ذکر اور ان کے احوال کا سننا مردہ
دلوں میں نئی حیات اور مردہ جسموں میں نئی روح کا باعث ہوتا
رہے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جس قدر تیز مزاج انسان
تھے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اسی قدر نرم مزاج تھے۔ آپ کی
والدہ ماجدہ کا اسم گرامی زینب تھا۔ حضرت عبداللہ کے
والد بزرگوار حضرت عمر فاروقؓ کا تعلق قبیلہ قریش کی ایک
شاخ بنو عدی سے تھا۔ بنو عدی کو مکہ کے قدیم نظام حکمرانی میں
وزارت امور خارجہ کا قلمدان حاصل تھا[1]۔ اسی لئے مکہ کے

---

[1] اس وقت کی مروجہ اصطلاح میں اس عہدہ یا محکمہ کو سفارہ کہا جاتا۔

دیگر خاندانوں کی بہ نسبت حضرت عمرؓ کا خاندان بنو عدی بہت
ہی عزت دار مانا جاتا۔ حکومت مکہ کے ایک اہم ترین ڈپارٹمنٹ
کے اہم ترین عہدہ دار ہونے کے سبب حضرت عمر فاروق اور
آپ کے والد خطاب بن نفیل اسلام کی ابتداء کے وقت اس
نئے مذہب کے شدید ترین مخالف تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ
کی پیدائش ۶۱۱ء میں اس وقت ہوئی جبکہ ابھی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوکر صرف ایک سال گزرا تھا
اور آپؐ نے ابھی عام اعلان نبوت اور دعوت دین کا آغاز
نہیں فرمایا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی پیدائش کے وقت
امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عمر شریف اٹھائیس سال
تھی۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے
والد اور دادا کو مکہ کے عام لوگوں کی طرح اسلام اور رسول کریمؐ
کی مخالفت کرتا پایا۔ لیکن حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ابھی
صرف پانچ سال کے تھے کہ آپ کے رفیع الشان والد صاحب
نور ایمان ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
خاص اختیار فرمائی۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اپنے بوڑھاپے میں فرمایا

کرتے تھے کہ "مجھے وہ دن اچھی طرح یاد ہے کہ جس روز میرے والد نے اسلام قبول کیا تھا اس روز مکہ کے اسلام دشمنوں کا ایک بہت بڑا مجمع ہمارے گھر کو گھیر لیا اور لوگ زور زور سے نعرے لگا رہے تھے۔ صَباءِ عمر۔ صباءِ عمر (یعنی عمر صابی بن گیا۔ عمر صابی بن گیا۔ صابی وہ نام تھا جو اسلام کے دشمنوں نے اس وقت کے مسلمانوں کے لئے مقرر کیا تھا) اس وقت میں خوف سے کانپتے ہوئے مکان کی چھت پر چڑھ گیا"[1]۔

حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہ۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کے اسلام قبول کرنے کے وقت صرف پانچ سالہ بچے تھے اسی لئے انھیں باقاعدہ اسلام قبول کر کے مسلمان ہونے کا موقع نہیں ملا۔ جیسا کہ دیگر بڑی عمر والے صحابہ کو حاصل ہوا تھا۔ بلکہ والد بزرگوار کے مسلمان ہو جانے پر وہ بھی اپنے والد کے طریقے پر پروان چڑھے اور مسلمان کہلائے اور حضرت عبداللہ کی تعلیم و تربیت ایک مسلمان بچے کی طرح

---

[1] شبلی نعمانی۔ الفاروق

ہوئی اور اسی دین کے رنگ میں رنگے ہوئے منزل شباب کو پہونچے۔

۶۲۲ء میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے مسلمانوں کو مدینہ منورہ ہجرت (منتقلی) کا حکم جاری فرمایا تو حضرت عمر فاروق رضؓ اپنے بیوی بچوں، مال و اسباب کو اونٹوں پر سوار کر کے کعبہ کے پاس تشریف لائے۔ طواف کعبہ کیا۔ حجر اسود کو بوسہ دیا۔ اور پھر اعلان فرمایا "اے اہل مکہ ۔۔۔! آج عمر ہجرت کر رہا ہے ۔۔۔ جس کسی کو شوق ہے کہ وہ اپنی بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنانا چاہے۔ وہ آئے اور عمر کا راستہ روک کر دیکھے۔!"

اہل مکہ ہر مہاجر کو ستاتے آرہے تھے لیکن اس وقت کسی کی ہمت نہ پڑی کہ وہ حضرت عمر فاروق رضؓ اور آپ کے اہل خاندان کا راستہ روکنے کی جرأت کر سکتا۔ اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ جو اس وقت قریب گیارہ سالہ لڑکے تھے اپنے والد اور خاندان کے ساتھ پوری شان کے ساتھ مکہ سے مدینہ روانہ ہوئے۔ اور مدینہ پہونچ کر مقیم ہوئے۔

مدینہ پہونچنے پر حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ کو چند

ہم عمر نئے نئے انصاری دوست مل گئے جن میں حضرت انس
بن مالکؓ اور حضرت براء ب   قابل ذکر تھے۔
مکی اور مدنی دوستوں کی یہ جوڑیاں اسی محبت اور خلوص
کے ساتھ برسوں قائم رہیں۔ یہاں تک کہ بنی اُمیہ کے دور
میں حجاج بن یوسف ظالم کے ظلم کا ایک ساتھ شکار ہوئے
دونوں دوست حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت انس
بن مالکؓ علم کے دو بڑے امام اور اعلیٰ عالم بنے۔ علم حدیث
کے اعلیٰ ترین راویان حدیث حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت
انس بن مالکؓ۔ بی بی عائشہ صدیقہؓ حضرت عبداللہ ابن
عمر فاروقؓ ہیں اور ان بزرگوں نے راست رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر جو احادیث بیان کیں ان کی
تعداد حسب ذیل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ = پانچ ہزار تین سو۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ = دو ہزار دو سو چھیاسی
ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ دو ہزار
دو سو دس
حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ، ایک ہزار چھ سو تیس [1]

---

[1] ۔ فلپ ہٹی۔ ہسٹری آف عربس

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مصروفیات مدینہ منورہ
ہجرت کے بعد کیا رہیں مشکل ہی سے بیان کی جاسکتی
ہیں۔ اندازہ یہ ہے کہ آپ اپنے والد بزرگوار کے کاروبار
میں حصہ لیتے اور ان کی مدد کیا کرتے تھے۔ رمضان ۲ھ
میں بدر کی جنگ واقع ہوئی جس وقت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اپنے قافلہ کے ساتھ بدر کی سمت روانہ ہو رہے تھے
تو اس وقت حضرت عبداللہ ابن عمرؓ بھی قافلے کے پیچھے
پیچھے کئی میل تک ساتھ چلتے رہے ؟ کے مقام پر حضورؐ
نے اپنے قافلہ کا جائزہ لیا اور ساتھ چلنے والے صحابہؓ کی
گنتی کروائی تو حضورؐ نے مدینہ منورہ کے چند بچوں کو ساتھ
آتے ہوئے پایا۔ چونکہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت
براء بن معرور انصاریؓ تیرہ سالہ لڑکے تھے اسی لئے حضورؐ
نے ان کو سمجھا بجھا کر مدینہ واپس فرما دیا۔ حضورؐ کے قافلے
سے اپنی علیحدگی دیکھ کر دونوں صاحبزادگان بے حد غم زدہ
ہوئے اور روتے ہوئے مدینہ واپس ہوئے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی جنگ میں قید
ہونے والے تعلیم یافتہ قیدیوں کو پابند فرمایا تھا کہ وہ مدینہ

کے دس، دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا کر رہائی حاصل کریں
اسی لئے اندازہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے بھی
ان ہی قیدیوں میں سے کسی قیدی سے لکھنا پڑھنا سیکھا
تھا۔ اور حضورؐ کے مقصد کے مطابق آگے کے زمانے میں
ان بچوں نے بڑے ہوکر علوم اسلامی کو ساری دنیا میں
پھیلانے کا کام انجام دیا۔

۳ھ میں جنگ اُحد واقع ہوئی۔ مکہ کے
اسلام دشمنوں نے بدر کی شکست کا انتقام لینے مدینہ پر
اچانک حملہ کردیا تھا۔ حضورؐ ۶/ شوال ۳ھ روز
جمعہ اپنا لشکر لے کر اسلام دشمنوں سے مقابلہ کے لئے
کوہ اُحد کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ
بھی اس بار پھر لشکر رسول کریمؐ کے پیچھے پیچھے روانہ
ہوئے۔ حضورؐ نے جب اپنے لشکر کا مدینہ سے باہر
نکل کر جائزہ لیا اور معائنہ فرمایا تو پھر لشکر میں کم سن
عبداللہ بن عمرؓ پائے گئے جنھیں پھر اس بار بھی حضورؐ
نے سمجھا بجھا کر مدینہ منورہ واپس فرمادیا۔[1]

---

[1] ۔ تاریخ طبری جلد ۱ صفحہ ۷ ۔ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ سنہ ۱۹۱۴ء

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ سے روانگی کے دوسرے
روز ۷/ شوال ۳ھ کو جنگ اُحد واقع ہوئی۔

۵ھ میں غزوہ احزاب یا غزوہ خندق واقع
ہوا۔ اہل مکہ نے بدر اور اُحد کی دو طاقتور جنگیں لڑنے کے
باوجود اہل مدینہ کو شکست دینے میں کامیابی حاصل نہیں
کی تھی۔ اسی لئے وہ اس بار اور ایک بھرپور حملہ مدینہ
منورہ پر کرنا چاہتے تھے اسی لئے وہ عرب کے مختلف
علاقوں کے لڑاکا قبائل کو مال غنیمت اور لوٹ کا لالچ
دے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے لے آئے۔ اس جنگ میں
حملہ آور لشکر کی کل تعداد دس ہزار سپاہیوں پر مشتمل
تھی اتنے بڑے لشکر سے مقابلہ کرنا اس وقت مسلم
اہل مدینہ کے لئے ممکن نہ تھا۔ اسی لئے حضورؐ کے
خفیہ پیام رسانوں نے مکہ والوں کی جنگی تیاریوں
کی اطلاع پہونچائی تو آپؐ نے اپنے اصحاب
کی مجلس مشاورت منعقد کی اور طے ہوا کہ شہر
کے اطراف طویل، عریض اور گہری خندق کھود کر
دشمن کو شہر میں داخل ہونے سے روکا جائے اور تیر اندازی

کے ذریعہ خندق کی ایک جانب رہتے ہوئے مقابلہ کیا جائے۔ خندق کی کھدائی کے لئے تمام مسلم باشندگان مدینہ کو لازمی ڈیوٹی دی گئی۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اس وقت تک پندرہ سال سے زاید ہو چکے تھے[1]۔ اسی لئے خندق کی کھدائی اور

---

[1] مورخ محمد بن سعد نے حضرت عبداللہ ابن عمر کا بیان اس طرح نقل کیا ہے۔ "یوم بدر میں تیرہ برس کا تھا رسول اللہ علیہ وسلم کے آگے پیش کیا گیا۔ آپ نے مجھے واپس کر دیا۔ غزوہ احد میں جبکہ میں چودہ سال کا تھا پھر آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو آپ نے مجھے واپس کر دیا۔ خندق میں جبکہ میں پندرہ برس کا تھا آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے مجھے قبول کر لیا" یزید بن ہارون نامی محدث کا تبصرہ ابن سعد نے اس طرح آگے نقل کیا ہے "مناسب یہہ ہے کہ وہ خندق میں سولہ برس کے ہوں گے اس لئے کہ احد اور خندق کے درمیان بدر صغریٰ ہوا تھا" حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے غلام نافع کا بیان ہے کہ میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحؒ کے پاس ایک بار گیا جب میں نے ان سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے فرمایا بالغ اور نابالغ کے درمیان یہی حد ہے (پندرہ سال کا لڑکا نابالغ اور سولہ سال کا بالغ سمجھا جائے گا) اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحؒ نے اپنے گورنروں کو حکم جاری فرمایا کہ اس عمر کے ہر شخص کو عطا مقرر کریں (MAINTAINANCE ALLOW-ANCE) جاری کریں اور اس عمر سے کم والے کو اس کے عیال یا باپ کے زیر پرورش قرار دیں۔ دیکھئے طبقات کبیر از ابن سعد جزو ۴ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ ۱۹۴۴ء

پھر جنگ احزاب میں شرکت کی اجازت پائے۔ یہہ پہلی جنگ تھی جس میں حضرتِ عبداللہ ابن عمرؓ نے حصہ لیا[1]۔ اللہ رب العزت نے اس موقعہ پر بھی اہل مکہ اور ان کے وفا شعار (احزاب) کو شکستِ فاش دی اور وہ اہل مدینہ کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور اپنا سا منھ لے کر مکہ لوٹ گئے۔

جنگ احزاب ۵ھ ہجری میں واقع ہونے کے بعد عہد رسالت کے مدنی حصہ کا پہلا پنج سالہ دور ختم ہوگیا۔ اس پنج سالہ دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدافعتی حکمت عملی اختیار فرمائی تھی لیکن دوسرے پنج سالہ دور میں جو ۶ھ تا ۱۰ھ رہا۔ حضورؐ نے آگے بڑھ کر دشمنوں سے مقابلہ کی حکمت عملی اختیار فرمائی۔ چنانچہ ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہؓ کے ساتھ زیارت کعبہ کے ارادے سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔

---

[1] دیکھئے طبقات کبیر از ابن سعد جزو ۴ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ ۱۹۴۴ء

آپؐ کا مقصد اہلِ مکہ سے اس بات کا حق منوانا تھا کہ وہ
اہلِ مدینہ کو بھی حج و زیارت کعبہ کی اجازت دیں
جس طرح وہ اسلام سے پہلے بھی اپنے ہر دشمن کو اس کی
اجازت دیا کرتے تھے۔ ابتداء میں حضورؐ نے اپنے اور اپنے
صحابہؓ کے ساتھ ہتھیار نہ رکھے صرف قربانی کے جانور ساتھ
رکھے تھے لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے راستے
میں مشورہ دیا کہ دشمنوں کے شہر کے پاس بغیر ہتھیار کے جانا
مناسب نہیں ہے۔! اسی لئے پھر چند سوار دوڑائے
جا کر مدینہ سے ہتھیار منگا لیئے گئے۔ بہر حال چودہ سو صحابہؓ
کے اس قافلہ میں نوجوان حضرت عبداللہ ابن عمرؓ بھی
شامل تھے مکہ پہونچنے پر اہلِ مکہ نے حضرت خالد بن ولید
اور حضرت عمرو بن العاص کی کمانڈ میں ایک فوج بھیج کر
قافلۂ رسول اللہؐ کو شہر میں مکہ میں داخل ہونے سے روک
دیا۔ اس وقت دونوں طرف سے کئی نمایندے مصالحت
کی بات چیت کے لئے ایک دوسری جانب بھیجے جاتے
رہے بالآخر رسول اللہؐ نے حضرت عثمان غنیؓ کو با اختیار
نمایندۂ رسول کریمؐ کی حیثیت میں شہر مکہ میں روانہ فرمایا

تاکہ آپ سرداران شہر کو راضی کریں کہ وہ حضورؐ اور
آپ کے ساتھیوں کو زیارت کعبہ کا موقع دیں اور
کوئی رکاوٹ نہ ڈالیں۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
کی واپسی میں بہت زیادہ دیر ہوگئی تو اس وقت دشمن
کی فوج میں سے کسی نے یہ افواہ پھیلا دی کہ حضرت
عثمان غنیؓ شہید کر دئے گئے ہیں۔ سفیر کا قتل ہر زمانے
میں سنگین جرم سمجھا جاتا تھا اسی لئے حضورؐ نے حضرت
عثمان کے خون کے انتقام کے لئے تمام صحابہؓ سے
بیعت لی کہ وہ آخر دم تک قصاص عثمانؓ کے لئے
جدوجہد کریں گے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ بھی ان بیعت
کرنے والے صحابہ میں شامل تھے اور آپ نے اپنے والد
حضرت عمر فاروقؓ سے پہلے یہ بیعت کی تھی۔
واقعہ یہ ہوا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ کو حکم دیا
کہ وہ کسی انصاری صحابی کے پاس سے ایک گھوڑا لے
آئیں۔ حضرت عبداللہ گھوڑا لانے چلے تو راستے میں دیکھا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے تشریف

فرما ہو کر صحابہؓ سے قصاص عثمان کے لئے بیعت لے رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی فوراً حضورؐ کے پاس پہونچے اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد والد کے حکم کی تعمیل میں اُن انصاری صحابی کے پاس پہونچ کر ان سے گھوڑا لے آئے اور حضرت عمرؓ کو اطلاع پہونچائی کہ اس طرح رسول کریمؐ درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تمام صحابہؓ سے بیعت لے رہے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ بھی بیعت کے لئے تشریف لے گئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔

اس بیعت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے سورۂ فتح میں اپنے ہاتھ پہ بیعت قرار دیا تھا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ...

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں حقیقت میں اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے.....

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ عَلَیْہِمْ وَاَثَابَہُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا۔

اللہ راضی ہوگیا ان مومنین سے جبکہ وہ آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دل میں کیا تھا معلوم کر لیا۔ ان پر سکون نازل کیا اور بہت جلد ان کو فتح عطا فرمائی۔

اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ بھی اس عزت کے حاصل کرنے والے صحابہؓ میں شامل تھے۔

بیعت رضوان کے بعد صلح حدیبیہ ہوئی اور حکومت مکہ کا نمائندہ سہیل بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا گیا کہ وہ حضورؐ کے ساتھ حکومت مکہ کی طرف سے چند مخصوص شرائط پر صلح طئے کرے۔ چنانچہ یہ صلح پہلے زبانی اور پھر تحریری طور پہ طئے ہوئی حضرت عبداللہ ابن عمرؓ بھی اس صلح

کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔

سنہ ۷ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں لڑنے والے یہودی قبائل سے مقابلہ کے لئے تشریف لے گئے۔ عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ خیبر کی فتح صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوشش سے ہوئی۔ حالانکہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریب تین ہزار صحابہ رضہ موجود تھے جو لگاتار دشمن سے مقابلے میں مسلسل مصروف تھے اور ان صحابہ رضہ میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضہ بھی بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے۔

حضرت ابن عمر رضہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی سمت ایک سریہ بھیجا جس میں میں بھی تھا آپ کے حصہ میں مال غنیمت سے بارہ اونٹ حاصل ہوئے اس کے علاوہ آپ کو ایک اونٹ زیادہ دیا گیا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کمی نہیں فرمائی۔[1]

---

[1] طبقات کبیر ابن سعد جزء ۷ صفحہ ۱۲۸ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

حضرت عبدالرحمن[1] بن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ ابن عمر رضہ نے ان سے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک سریہ میں روانہ فرمایا۔ اس لڑائی میں چند آدمی دشمن کے خوف سے پیچھے ہٹے جن میں وہ بھی شامل تھے۔ ان لوگوں کو تشویش ہوئی کہ ہم میدانِ جنگ سے بھاگے ہیں اور عذاب کے مستحق ہوگئے ہیں —— لہٰذا اب کیا کرنا چاہیئے —— ؟ بالآخر قرار پایا کہ ہم رات میں مدینہ میں اس طرح چھپ کر داخل ہوں کہ کوئی ہمیں نہ دیکھے —— بہرحال ہم داخل ہوئے —— سوچا کہ اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کریں گے —— اگر ہماری توبہ قبول کرلی گئی تو مدینہ میں ٹھہریں گے ورنہ وہاں سے چلے جائیں گے —— اس کے بعد ہم نماز فجر سے پہلے رسول اللہ کی جانب بیٹھ گئے (یعنی مسجد نبوی میں

---

[1] طبقات ابن سعد جزء ۷ صفحہ ۱۲۹ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۹۴۴ء

حضورؐ جس طرف سے داخل ہوتے تھے وہاں جاکر بیٹھ گئے)
حضورؐ تشریف لائے تو ہم اٹھ کر آپ کے قریب گئے
اور عرض کیا ـــــ یا رسول اللہؐ ـــــ ہم دھوکہ دینے
والے لوگ ہیں ـــــ حضورؐ نے فرمایا ـــــ نہیں تم لوگ
دوبارہ حملہ کرنے والے لوگ ہو ـــــ ہم لوگ (یہہ سن
کر مسرور ہوئے) اور نزدیک جاکر حضورؐ کے ہاتھ
کو بوسہ دیا۔ تو فرمایا ـــــ تم لوگ مسلمانوں کی جماعت
ہو! (اس طرح سرکارؐ نے ان اصحاب کی ہمت افزائی
فرماکر پھر دشمن سے مقابلہ پر روانہ فرمایا) خیبر کی
جنگ کے بعد اسی سال جنگ موتہ واقع ہوئی اس
جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود فوج کی
کمانڈ کرتے ہوئے تشریف نہیں لے گئے بلکہ حضرت
زید بن حارثہؓ کو کمانڈر ـ اِن ـ چیف مقرر فرمایا تھا
اور حضرت زیدؓ کے ماتحت حضرت جعفر بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضؓ
سکنڈ اور تھرڈ کمانڈر تھے ۔ اس جنگ میں بھی تین ہزار
فوج روانہ کی گئی تھی لیکن یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا

کہ آیا ـــــ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی
اس لشکر میں شامل تھے یا نہیں ـــــ؟

۸ھ میں تاریخ اسلام کا سب سے اہم
واقعہ فتح مکہ ہے۔ اہل مکہ یا قبیلہ قریش نے ۶ھ
میں حدیبیہ کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ دس سالہ مدت کے لئے صلح کا معاہدہ کیا تھا
لیکن دو سال کے اندر انہوں نے صلح کی شرائط کی خلاف
ورزی کرکے صلح توڑ دی۔ حضورؐ نے مکہ کو قاصد روانہ
کرکے تجدید صلح کی شرائط روانہ فرمائیں تو ان کو بھی
ماننے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
دس ہزار فوج لے کر بے حد تیز رفتاری کے ساتھ
مکہ پہونچ گئے اور ۲۰/رمضان ۸ھ کی شب کو
رسول اللہؐ کی فوجوں نے مکہ گھیر لیا۔ اور دن نکلتے
ہی یہہ فوجیں شہر مکہ میں داخل ہوگئیں ـــــ اہل مکہ
کے لئے فرار کے تمام راستے بند تھے۔ انہیں ہتھیار
ڈال کر اطاعت قبول کرنی پڑی۔ اس فاتح فوج میں
انیس سالہ عبداللہ ابن عمرؓ نوجوان مجاہد کی حیثیت میں

شامل تھے۔ اس وقت آپ کے پاس ایک تیز رفتار
گھوڑا اور شاندار نیزہ تھا۔ اس سفر کے دوران
ایک بار وہ اپنے گھوڑے کے لئے ایک مقام پر اپنے
ہاتھ سے گھاس کاٹ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی نظر آپ پر پڑی۔ حضورؐ نے حضرت عبداللہ
ابن عمر کے اس عمل کو پسند فرماتے ہوئے تعریف کے لہجے
میں فرمایا "عبداللہ عبداللہ" یعنی عبداللہ اللہ کا
خاص بندہ ہے۔ اور زمانے نے دیکھا کر آنے والے
دور میں اللہ کے بہت ہی خاص بندے ثابت ہوئے

مکہ کے اسلام دشمنوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام
اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی بنائی ہوئی مسجد یعنی کعبۃ
اللہ کو ایک بت خانہ بنا رکھا تھا۔ رسول اللہ علیہ وسلم
فتح مکہ کے بعد جب اس مسجد کو مورتیوں اور بتوں سے
پاک کرنے کے ارادے سے اس کی کنجیاں منگوائیں تو
حضرت عبداللہ ابن عمرؓ بھی چوکس ہوگئے تاکہ موقعہ پاکر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کعبۃ اللہ میں داخل
ہوں۔ چنانچہ اس موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

کے ساتھ پہلے ہی سے حضرت اسامہ بن زیدؓ۔ حضرت
عثمان بن طلحہؓ اور حضرت بلالؓ موجود تھے۔ جب کعبہ کی
عمارت کھولی گئی تو یہی تین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے پیچھے اس عمارت میں داخل ہوئے۔ حضرت
عبداللہ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ ان تین اصحاب کے پیچھے
چوتھا داخل ہونے والا شخص میں تھا۔ اس طرح موقعہ پاکر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے کعبۃ اللہ
میں داخل ہوئے تھے۔

فتح مکہ کے بعد ایک ماہ کے اندر دو اور
جنگیں پیش آئیں۔

(۱) غزوہ حُنین۔ (۲) غزوہ طائف اور
ان دونوں جہاد میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ
ایک جوشیلے۔ باہمت۔ نوجوان سپاہی کی حیثیت
میں لشکر رسول اللہؐ میں شامل تھے۔

۹ھ میں غزوہ تبوک پیش آیا۔ اس
موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے
اخراجات کے لئے فنڈ جمع کرنے اور اس فنڈ میں زیادہ

سے زیادہ حصہ لینے کی اپیل کی تو اس وقت حضرت
عثمان غنی رضؓ نے سب سے زیادہ رقم جنگی ضرورت کا
سب سے زیادہ سامان اس طرح کل اخراجات کی
نصف رقم اور سامان۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
نے اپنا کل مال و اسباب اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
اپنے کل مال و اسباب کا آدھا حصہ تبوک فنڈ میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے پیش فرمایا۔ جب رسول
صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار فوج کی کمانڈ کرتے ہوئے
(BYZANTINE EMPIRE) کی طرف
بڑھے تو اس فوج میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ بھی
موجود تھے۔ جب لشکرِ رسول کریمؐ۔ عاد اور ثمود کی
بستیوں کے کھنڈرات پر سے گزر رہا تھا تو حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے سپاہیوں کو منع فرمایا کہ تم ان کھنڈرات
میں داخل نہ ہونا۔ ان بستیوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب
نازل ہوا تھا کہیں یہہ عذاب تم کو بھی نہ گھیر لے
اور ان کھنڈرات کے قریب سے گزرتے وقت
اللہ کے قہر سے ڈرتے ہوئے اور روتے ہوئے

تیز تیز گزر جاؤ۔ ....

.... چنانچہ حضورؐ کے اس ارشاد کی حدیث کے
راوی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

حضرت ابن عمر رضؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے مجھے ایک دھاری دار حُلّہ (جوڑا) پہنایا اور
اسامہ بن زید رضؓ کو دو مصری چادریں پہنائیں اور فرمایا
جتنے حصہ کو (لٹکنے کی وجہ سے) زمین چھوئے گی
(جسم کا اتنا حصہ) دوزخ میں جائے گا۔

ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حجۃ الوداع (یعنی آخری حج) ادا کیا۔ بعض روایتوں
کے مطابق ایک لاکھ اور بعض کے مطابق ایک لاکھ
چالیس ہزار صحابہ اور صحابیات نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی امارت میں یہ حج ادا کیا۔ ان صحابہ و
صحابیات کے مجمع میں حضرت عمر فاروق رضؓ اور آپ کے
صاحبزادے حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ بھی حج ادا کرتے
موجود تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے بے حد محبت رکھتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن
سعد کا بیان ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور
کے بہت عرصہ بعد) ابن عمر کا پاؤں سُن ہو گیا۔ میں
نے کہا یا ابا عبدالرحمٰن آپ کے پیر کو کیا ہوا۔ انہوں نے
اشارے سے بتلایا اس مقام سے اس مقام تک
اس کے پٹھے جمع ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا آپ کو جو سب
سے زیادہ محبوب ہو اس کو پکاریئے۔ میں ان کو
کھول دیتا ہوں حضرت عبداللہ نے پکارا "یا محمدؐ"
خود اس کو کھول لیا۔[1]

حضرت عاصم الاحوال کا بیان ہے کہ ان
سے کسی نے بیان کیا تھا کہ جو کوئی ابن عمرؓ کو دیکھتا
تو ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کے
آثار پاتا (یعنی وہ ہر کام اسی طرح کرتے جیسا کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا) حضرت ابی جعفر
محمد بن علیؓ بیان کرتے تھے کہ کوئی شخص بھی عبداللہ
ابن عمر سے زیادہ احتیاط کرنے والا نہ تھا کہ جب
نبی کریمؐ سے کچھ سنتے تو نہ اس میں زیادہ کرتے اور

---

[1] طبقات کبیر از ابن سعد جزء ۷ صفحہ ۱۷۸ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد ۱۹۴۴ء

نہ اس میں کمی کرتے (یعنی حضورؐ کی ہر حدیث حضورؐ
کے الفاظ میں جیسی کی ویسی بیان فرماتے)[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا سے
پردہ فرمائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ
میں شرکت کرنے والے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے
دست خلافت پر بیعت کرنے والے اصحاب میں
حضرت عبداللہ ابن عمرؓ جو اس وقت بھرپور
طاقتور جوان شخص تھے ضرور شریک رہے ہوں گے
لیکن مورخین نے آپ کا نام لے کر ذکر نہیں کیا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ
ابن عمرؓ کو "جوان صالح" "الرجل الصالح" خطاب
عطا فرمایا تھا جس طرح کہ آپؐ نے خالد ابن ولیدؓ
کو "سیف اللہ" حضرت علیؓ کو "ابوتراب" حضرت
ابوعبیدہ ابن الجراحؓ کو "امین الامت" خطاب
دیا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے شاندار اوصاف

---

[1] طبقات کبیر از ابن سعد جزء ۷ صفحہ ۱۷۸ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد ۱۹۴۴ء

کی وجہ سے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ حضرت ابوبکر
صدیق رضؓ آپ کو کوئی شاندار عہدہ عطا کرتے لیکن
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کے مشیر اعظم حضرت
عمر فاروق رضؓ تھے جو اس بات کو ناپسند فرماتے تھے
کہ ان کی اولاد یا رشتہ داروں کو کوئی عہدہ ملے
اور دوسرے مستحقین محروم ہو جائیں۔ اسی لئے امکان
اسی بات کا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ آپ کو کوئی
عہدہ دینا بھی چاہے ہوں گے تو حضرت عمر فاروق رضؓ
نے روکا ہوگا۔ البتہ امکان ضرور ہے کہ حضرت
خلیفہ رسول اللہ ابوبکر صدیق رضؓ کے دور خلافت میں
باطل مدعیان نبوت۔ مرتدین اور منکرین زکوٰۃ
کی سرکوبی کے لئے جو فوجیں بھیجی گئی تھیں ان
میں سے کسی لشکر میں حضرت عبداللہ ابن
عمر رضؓ ایک سپاہی کی حیثیت میں ضرور شریک
ہوں گے۔

حضرت عمر فاروق رضؓ ۱۳ھ میں خلیفہ ہوئے
تو اس کے بعد حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ ایران میں

نہاوند کے محاذ جنگ پر ایک معمولی سپاہی کی حیثیت
میں خدمت انجام دے رہے تھے۔ ایران کی سرد آب
و ہوا آپ کے لئے ناموافق رہی اور آپ وہاں کچھ
عرصہ بیمار بھی ہو گئے[1] حضرت عمر فاروق رضؓ کے دورِ
خلافت میں ایک روز امیر المومنین مسجد نبوی میں
خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف کے بعد
یا ایھا الناس (اے لوگو۔!) فرمایا
آگے جب امیر المومنین تقریر کرنا چاہتے تھے ـــ کہ
مجمع میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا "عمر ہم تمہاری
بات نہیں سنیں گے" امیر المومنین نے وجہ دریافت
کی ـــ؟ اس شخص نے جواب دیا۔ "کل مال غنیمت
کی بہت سی چادریں آئی تھیں اور ہر مسلمان کو ایک
چادر دی گئی ـــ اور آج میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے
جسم پر ویسی ہی دو چادروں کا لباس ہے"۔

حضرت عمر رضؓ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

---

[1] طبقات کبیر از ابن سعد جزو ۷ صفحہ (   ) جامعہ عثمانیہ حیدرآباد ۱۹۴۴ء

بلکہ اس مجمع میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ موجود تھے ۔۔۔
انھیں اشارہ فرمایا کہ اس شخص کو جواب دیں ۔۔۔ حضرت
عبداللہ ابن عمرؓ نے کھڑے ہوکر فرمایا ۔۔۔ "اے شخص
کل جو چادریں مال غنیمت سے تقسیم ہوئی تھیں ۔ امیر
المومنین کو بھی ہر مسلمان کی طرح ایک ہی چادر ملی تھی۔
اور مجھے بھی ایک مسلمان کی حیثیت سے ایک چادر ملی
۔۔۔ امیرالمومنین چونکہ دراز قد ہیں اسی لئے آپ کا
لباس ایک چادر میں تیار نہیں ہوسکتا تھا اسی لئے
اپنے والد کی خدمت گزاری کے طور پر میں نے اپنی
چادر امیرالمومنین کے لئے پیش کردی اور ان دو
چادروں کو ملاکر امیر المومنین کا لباس تیار کیا گیا ہے۔
چنانچہ اس جواب کو سن کر اس شخص نے کہا ہم اب
ضرور آپ کی تقریر سنیں گے ۔۔۔ اور وہ امیر المومنین۔
جن کے نام سے شہنشاہ ایران اور شہنشاہ روم
لرز جاتے تھے ۔۔۔ اس اعتراض کرنے والے شخص کے
اعتراض پر ذرا بھی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا۔
(یہ اللہ والے لوگوں کی شان اور ان کا طرز عمل تھا"

(اللہ کی ہزار ہا رحمتیں ان باپ بیٹوں پر)

حضرت عمر فاروقؓ کا رعب داب اپنی اولاد پر
اس قدر تھا کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ بیوی بچے والے
چالیس سالہ جوان ہونے کے باوجود والد بزرگوار کے سامنے
بات کرتے ہوئے لرزتے تھے۔

یکم محرم ۲۴ھ کو جب ایک ایرانی باشندے
ابولولو فیروز نے فجر کی نماز میں خنجر مار کر امیرالمومنین
عمر فاروقؓ کو اس قدر زخمی کردیا کہ امیرالمومنین کے زندہ
بچنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی تو اس موقعہ پر
آپ کی بہن ۔ اور زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت بی بی حفصہؓ نے اپنے بھائی عبداللہ بن
عمرؓ سے کہا کہ امیرالمومنین اپنی جگہ کسی کو جانشین
نامزد کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تو حضرت عبداللہ
ابن عمرؓ ڈرتے ڈرتے والد بزرگوار کی خدمت میں
حاضر ہوئے (آپ کا بیان ہے کہ میں اس وقت والد
صاحب کی خدمت میں حاضر تو ہوگیا مگر معلوم ہوتا تھا
بات نہیں کررہا ہوں بلکہ ایک پہاڑ سر پہ اٹھا رہا
ہوں) پھر حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے امیرالمومنین عمرؓ

سے عرض کیا لوگوں میں گفتگو ہو رہی ہے کہ آپ کسی کو
جانشین نامزد نہیں فرمائیں گے۔ اور فرض کیجئے جو چرواہا
آپ کی بکریوں اور اونٹوں کو چراتا ہو اگر ان اونٹ
بکریوں کے منڈے کو جنگل میں چھوڑ کر آپ کے پاس
چلا آئے تو اس منڈے کا کیا حشر ہو گا؟ انسانوں
کی نگہبانی کا فرض تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔
حضرت عمر فاروق رضؓ نے صاحبزادے کی اس گفتگو کو
سنا تو فرمایا ——— اللہ رب العزت خود اپنے منڈے
کا نگہبان ہے ——— اور میں کسی کو اپنا جانشین نامزد نہ
کروں تو اس میں کوئی حرج نہیں ——— کیونکہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی کو اپنا جانشین نامزد نہیں
فرمایا تھا ——— اور کر جاؤں تو بھی کوئی حرج نہیں
کیونکہ ابوبکرؓ اپنا جانشین نامزد کر گئے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ کا بیان ہے کہ
جب والد بزرگوار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام
لیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ حضرت ابوبکر رضؓ کی بجائے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر عمل کریں گے

اور کسی کو اپنا جانشین نامزد نہیں کریں گے۔!

بہر حال حضرت عمر رضؓ نے آئندہ خلیفہ منتخب
کرنے کے لئے چھ اصحاب پر مشتمل ایک کونسل
آف الیکٹرس مقرر فرمادی یہ اصحاب (۱) حضرت
علی رضؓ (۲) حضرت عثمان رضؓ (۳) حضرت سعد بن ابی
وقاص رضؓ (۴) حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضؓ (۵) حضرت
طلحہ بن عبیداللہ رضؓ (۶) حضرت زبیر بن عوام رضؓ تھے
ساتھ ہی حضرت عمر رضؓ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ کو
بہ حیثیت مشیر اس کونسل کے اجلاسوں میں شرکت
کرنے اور تین ووٹ ایک طرف اور تین ایک طرف
ہونے کی صورت میں چوتھا فیصلہ کن ووٹ دے کر انتخاب
مکمل کر دینے کا حکم دیا۔ نیز یہ بھی حکم فرمایا کہ حضرت عبدالرحمن
ابن عوف رضؓ کا ووٹ جس سمت ہو اپنا کاسٹنگ ووٹ
بھی اسی گروپ کے حق میں دیں۔

اپنے آخری وقت کی اکثر کاروائیوں میں
حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ کو شریک رکھا تھا مثلاً
آپ رضؓ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ کو ام المومنین

عائشہ صدیقہ رضؓ کے پاس بھیج کر درخواست کی تھی کہ ام المومنین رضؓ اپنے حجرے میں امیر المومنین رضؓ کے لیئے ایک قبر کی جگہ عنایت کریں۔ (یہی حجرہ عائشہ رضؓ آج ہمارے زمانہ میں گنبد خضراء کہلاتا ہے) چنانچہ جب حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ نے بی بی عائشہ کے پاس سے واپس آکر ان کی اجازت کی اطلاع پہونچائی تو امیر المومنین نے پھر اپنے صاحبزادے کو وصیت فرمائی کہ ممکن ہے ام المومنین رضؓ نے میرے رعبِ خلافت سے متاثر ہوکر اجازت دی ہو۔ اسی لئے میری نماز جنازہ کے بعد جنازہ حجرہ عائشہ کے پاس لے جائے پھر اجازت طلب کرنا۔ کہ وہ خوشی سے اجازت دیتی ہیں ۔۔۔ یا نہیں ۔۔۔؟

حضرت عمر فاروق رضؓ خلیفہ دوم کے بعد حضرت عثمان غنی رضؓ خلیفہ سوم منتخب ہوئے۔ حضرت عثمان رضؓ حضرت عمر فاروق رضؓ کے صاحبزادے کے علمی مرتبے کو خوب پہچانتے تھے اسی لئے خلیفہ سوم نے آپ کو جج کا عہدہ دینا چاہا تو قبول کرنے سے انکار فرمایا

حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا "عبداللہ ۔۔۔ تمہارے والد مقدمات کی سماعت۔ اور ان کے فیصلے کیا کرتے تھے ۔۔۔ پھر تم اس عہدہ کو قبول کیوں نہیں کرتے؟"

حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ نے جواب دیا ۔۔۔ "میرے والد کو کوئی مشکل پیش آتی تو وہ اس مسئلہ کو حضورؐ سے دریافت کرتے تھے ۔۔۔ میں ایسی مشکل پیش آئے تو کس کی طرف رجوع کروں ۔۔۔؟ پھر حضرت عثمان رضؓ نے آپ کو کسی صوبہ کی گورنری قبول کرنے کا پیش کش کیا لیکن آپ نے اس کے لئے بھی امیر المومنین عثمان غنی رضؓ سے معذرت کی اور یہ عہدہ قبول نہیں فرمایا[1] ۔۔۔ البتہ ایک سپاہی کی حیثیت میں جہاد فی سبیل اللہ میں برابر حصہ لیتے رہے۔ ۲۷ھ میں حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضؓ کے دورِ خلافت میں شمالی افریقہ کے علاقوں تیونس۔ الجیریا اور مراقش کی فتح کے لئے جو فوجیں حضرت زبیر بن عوام رضؓ اور آپ کے صاحبزادے حضرت

---

[1] طبقات ابن سعد جزء ۷ صفحہ ۱۰۷ دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد ۱۹۴۴ء

عبداللہ ابن زبیرؓ کی کمانڈ میں روانہ کی گئیں۔ ان فوجوں میں
امیرالمومنین عمر فاروقؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ
ابن عمرؓ ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے شامل تھے۔
آفریقہ سے واپسی کے بعد ایران اور وسط ایشیا میں
طبرستان اور خراسان کے جہادی مہمات میں اسی
طرح عام سپاہی کی حیثیت سے شامل ہوئے۔

حضرت امیرالمومنین عثمان غنیؓ کی شہادت
کے بعد جس شخصیت کو سب سے پہلے خلافت کا عہدہ
پیش کیا گیا وہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ہی تھے۔ آپ
نے عہدۂ خلافت قبول کرنے سے انکار کیا تو آپ کو
قتل کی دھمکی دی گئی لیکن آپ نے اس دھمکی کی بھی
پرواہ نہ کی اور انکار کرتے رہے۔ جب حضرت سیدنا علیؓ
امیرالمومنین منتخب کئے گئے تو آپ نے حضرت
علیؓ کی خلافت تسلیم فرماتے ہوئے ان کے ہاتھ پر
بیعت کرلی۔ البتہ یہ شرط پیش کی تھی ان کو مسلمانوں
کی خانہ جنگی میں گھسیٹا نہیں جائے گا ۔۔ جسے
حضرت علیؓ نے بھی منظور فرمالیا تھا۔ جب حضرت علیؓ

اور بی بی عائشہ صدیقہؓ کے درمیان جنگ جمل اور
امیر معاویہ اور حضرت علیؓ کے درمیان جنگ صفین
واقع ہوئیں تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے کسی کا ساتھ
نہیں دیا اور گھر میں بند رہے۔

جنگ صفین کے بعد جب حضرت علیؓ اور
امیر معاویہ کے نمائندوں کے درمیان تحکیم (جھگڑا
چکانے کی بات چیت ہوئی) تو ابتداء میں یہ تجویز
بھی آئی کہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہ دونوں کو معزول
کرکے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو خلیفہ بنا دیا جائے
لیکن عمرو بن العاص نے اس تحریک یا تجویز کو ناکام
بنا دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب دومۃ الجندل نامی
مقام پر حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے نمائندے
تحکیم کا فیصلہ سنانے موجود ہوئے تو اس وقت بہت
سے نامور لوگوں کی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی
اس فیصلہ کو سننے دومۃ الجندل تشریف لے گئے[لہ]

لہ

۲۰/ رمضان سنہ ۴۰ھ کو جب سیدنا علیؓ خارجیوں
کے ہاتھ شہید ہو گئے اور امیر معاویہ نے شام سے آگے بڑھ کر حضرت
امام حسنؓ خلیفہ پنجم کے ساتھ جنگ کرنا چاہی تو حضرت امام حسنؓ نے
مسلمانوں کا خون بہنے سے روکنے کے لئے اور آپسی خانہ جنگی ختم
کرنے کے لئے حکومت امیر معاویہ کے حوالے کر دی اور وہ کل عالم
اسلام کے شہنشاہ بن گئے۔ جب امام حسنؓ نے امیر معاویہ کی حکمرانی
قبول کر لی تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے بھی امیر معاویہ کی حکمرانی
قبول کرنے بیعت کر لی۔

امیر معاویہ نے جب خلافت کو موروثی بنانا چاہا
اور باپ کے بعد بیٹے کی گدی نشینی اور جانشینی کا مستقل طریقہ
رائج کرنا چاہا تو اس کے شدید مخالفین حضرت عبداللہ ابن عمرؓ
حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ اور حضرت امام حسین ابن علیؓ تھے۔
امیر معاویہ جانتے تھے کہ کل عالم اسلام پر حضرت عبداللہ ابن
عمرؓ کا بے حد اثر ہے اور حجاز پر ان کا اثر بہت ہی زیادہ
ہے۔ امیر معاویہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو یزید بن معاویہ
کی ولی عہدی پر راضی کرنے ایک لاکھ سونے کے سکے دے
کر عمرو بن العاص کو آپ کے پاس مدینہ روانہ فرمایا۔ عمرو بن العاص

ابتداء میں سیدھی سادھی بات چیت کرتے رہے تو حضرت عبداللہ
ابن عمرؓ ان سے بات چیت کرتے رہے لیکن مسئلہ ولی عہدی
پر رضامند ہونے ایک لاکھ اشرفی کا لالچ دیا گیا تو حضرت
ابن عمرؓ اس قدر غصہ ہوئے کہ عمرو بن العاص کو ہتک آمیز طریقے
پر اپنے گھر سے باہر کر دیا۔

امیر معاویہ کے بعد جب یزید بن معاویہ دمشق میں
شہنشاہ ہوا اور یزید کی بیعت کے مسئلہ پر حضرت امام حسینؓ
عراق میں شہید کر دیئے گئے اور اہل حجاز پر شدید فوجی دباؤ
ڈالا گیا تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے جو اس وقت ستر سال
سے زیادہ بوڑھے ہو چکے تھے مسلمانوں کی آپسی خون ریزی
دور کرنے کے خیال سے مجبوراً بیعت کر لی۔ اور فرمایا "اگر یہ
خیر ہے تو ہم اس پر راضی ہیں اور شر ہے تو ہم نے اس پر
صبر کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے
حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے یزید بن معاویہ کی شہنشاہیت
کے خلاف عرب میں متوازی خلافت قائم کی اور مکہ کو اپنا
پایہ تخت قرار دیا تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے اپنی سابقہ
بیعت کو جو وہ یزید بن معاویہ کی حکمرانی قبول کرنے کے تعلق

سے کر چکے تھے توڑنا اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت
کرنا مناسب خیال نہیں کیا۔ جب بنی امیہ اور حضرت عبداللہ
بن زبیرؓ کے درمیان جنگیں ہوتی رہیں تو آپ اس وقت
غیر جانبدار رہے۔ جس کی وجہ غالباً یہہ بھی تھی کہ آپ اس
وقت بے حد ضعیف ہو چکے تھے۔ اور آپ کی عمر اس وقت
پچھتر سال ہو رہی تھی۔ اس عمر میں کسی جنگ یا سیاسی مسائل
میں حصہ لینا مشکل ہو چکا تھا اور آپ کی رائے تھی کہ بنی
اُمیہ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے درمیان تنازعہ حصول
سلطنت اور حصول اقتدار کا جھگڑا ہے۔ البتہ ان
جنگوں کے دوران مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ کی حرمت اور تقدس
کو بنی امیہ نے جو نقصان پہونچایا اس پر شدید غصہ کا اظہار
فرمایا۔ معاویہ دوم بن یزید اور مروان بن حکم کی شہنشاہیتوں
کے زمانے میں غالباً آپ سے بیعت کا مطالبہ ہی نہیں
کیا گیا اسی لیئے ان حکمرانوں کے بارے میں آپ کا رویہ کیا
تھا نا معلوم ہے۔ البتہ مروان کے بعد جب عبدالملک
بن مروان کی فوجوں نے حجاز پر قبضہ کر لیا اور مکہ معظمہ
و مدینہ منورہ راست اس کی سلطنت دمشق کا صوبہ بن گئے

تو آپ نے عبدالملک کے پاس اس عبارت کا تحریری
خط روانہ کر دیا۔ "اللہ اور اس کے رسول کی سنت کے
مسئلہ پر میں اور میرے لڑکے امیر المومنین اور اللہ کے
بندے عبدالملک کی بقدر استطاعت اطاعت کا عہد
کرتے ہیں" چنانچہ عبدالملک بن مروان آپ کا بے حد احترام
کرتا تھا۔ اور آپ کے طریقۂ عبادت کی پیروی کا حکم نامہ جاری
کیا تھا۔ اور اسی شہنشاہ کے دور حکمرانی میں حضرت عبداللہ
ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ۷۴ھ مطابق ۶۹۴ء میں
چھیاسی قمری سال کی عمر میں مکہ معظمہ میں ایام
حج کے دوران وفات پائی۔

اس زمانے میں حجاج بن یوسف ثقفی
ظالم۔ حجاز پر سلطنت بنی امیہ کی طرف سے
گورنر جنرل تھا۔ اسی کی سازش سے حضرت
عبداللہ ابن عمر شہید ہوئے۔ حجاج جانتا تھا
کہ اس کی ظالمانہ کارروائیوں کو جاری رکھنے میں حضرت
عبداللہ ابن عمرؓ بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ اور دوسری طرف خود حجاج
کا آقا۔ عبدالملک بن مروان۔ حضرت عبداللہ ابن عمر کا بیحد احترام کرتا تھا۔

حضرت عبداللہ ابن عمر بڑے ہی حق گو انسان تھے
اسی لئے بنی امیہ کے بعض لوگ آپ کے دشمن تھے۔ حضرت نافع رض
کی روایت ہے کہ سب سے پہلے امیر معاویہ نے حضرت عبداللہ
بن عمر رض کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا لیکن وہ اس میں کامیاب
نہ ہو سکے۔[1] پھر حجاج بن یوسف نے منصوبہ بنایا وہ اس میں
کامیاب ہو گیا۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ
یوں ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی بنی امیہ کا طرفدار اور خلیفہ
عبدالملک بن مروان کی طرف سے حجاز پر گورنر جنرل تھا۔
یہ ایک گھٹیا اور معمولی درجے کا آدمی تھا اتفاقاً وہ بہت بڑے
عہدے پر فائز ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس وقت جو اصحاب رسولؐ
اور اولادِ اصحابؓ زندہ ہیں عوام میں اس قدر مقبولیت رکھتے
ہیں کہ ان کے وجود کے سبب بنی امیہ کا اقتدار مضبوط نہیں ہو سکتا۔
اسی لئے وہ تمام اہلِ حجاز پر ظلم کر کے ان کو اپنے ظلم تلے کچلے
رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بے خوف
اس کے مظالم اور نا معقول حرکات پر ٹوکتے رہتے تھے جس سے

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۷، صفحہ ۲۰۸ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد

حجاج بے حد پیچ و تاب کھا کر رہ جاتا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس
کا اپنا شہنشاہ عبدالملک بن مروان حضرت عبداللہ بن عمر رض کا بے حد
معتقد ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن عمر رض کے خلاف کوئی محرکت
کرنے پر شہنشاہ عبدالملک (حجاج کو) یعنی خود اس کو زبردست
سزا دے گا۔ اسی لئے وہ موقع کی تلاش کرنے لگا کہ حضرت عبداللہ
ابن عمر رض کو کسی ایسی ترکیب سے قتل کر دینا چاہئے کہ اس کی اپنی
ذات پر قتل کا الزام نہ آئے۔

اس غرض سے ذلیل حجاج بن یوسف نے ایک
منصوبہ تیار کیا۔ ایک شخص کو سکھایا کہ وہ زہر میں بجھا ہوا برچھا
ہاتھوں میں لے کر حج کے وقت طواف کعبہ کرے اور جب
حضرت عبداللہ ابن عمر رض بھی طواف کے دوران اس کے قریب
آئیں تو آہستہ سے اس طرح برچھے کو آپ کے پیر پر گرا دے کہ
لوگ سمجھیں اتفاقیہ برچھا ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے۔! چنانچہ
حجاج کے اس آدمی نے اس منصوبہ کو حجاج کی مرضی موافق
پورا کیا۔ برچھا حضرت عبداللہ ابن عمر رض کے پیر پر گرا دیا جس
سے آپ کا پیر نہ صرف بری طرح زخمی ہو گیا بلکہ برچھے کا زہر
آپ کے سارے جسم میں پھیل گیا۔ اس طرح حضرت عبداللہ ابن عمر رض

شہید ہوگئے۔ آپ شہید مظلوم ہیں اور پچاسی سال کی عمر میں
مظلوم شہید ہوئے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے غلام نافع (جو علم حدیث
کے بہت بڑے امام گزرے ہیں) فرمایا کرتے تھے کہ حضرت
ابن عمرؓ کو مکہ میں مرنا پسند نہ تھا اور آپ اللہ سے دعا کرتے
تھے اے اللہ مجھے مکہ میں موت نہ دے[1] (کیونکہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اس شہر سے ہجرت کرکے مدینہ چلے گئے تھے اور
جس شہر کو حضورؐ نے چھوڑ دیا تھا اس میں مرکر دفن ہونا محبت
رسول میں آپ کو پسند نہ تھا)۔

حضرت نافعؓ کا بیان ہے کہ جب لوگ حج سے
فارغ ہوکر واپس ہوئے حضرت ابن عمرؓ کی وفات کا وقت آگیا۔
آپ نے وصیت کی کہ آپ مکہ شہر کے حدود حرم میں دفن نہ کیا
جائے (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوڑا ہوا مقام
ہے)۔ کم از کم شہر کے باہر شہر سے دور دفن کیا جائے لیکن
حجاج ظالم آپ کی وصیت پر بھی عمل ہونے نہ دیا۔ ۷۴ھ
میں اس آفتاب ماہتاب کو حرم ہی میں ذی طویٰ نامی مقام

۱۔ طبقات ابن سعد۔ جلد ۷ صفحہ ۲۱۰ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد

مقبرہ مہاجرین میں دفن کیا گیا۔ یہی مقام غالباً جنت الماویٰ
کہلاتا ہے۔ حجاج بن یوسف[1] نے اسی پر بس نہیں کیا۔ وہ جانتا
تھا کہ حضرت ابن عمرؓ اس سے نفرت کرتے ہیں اسی لئے
آپ کی نماز جنازہ بھی خود ہی پڑھائی کسی اور کو آگے بڑھنے نہ دیا۔
آپؓ کے انتقال سے پہلے حجاج محض عبدالملک مروان کے
شبہہ کو دور کرنے آپ کی عیادت کے لئے آیا اور چال چلتے ہوئے
کہنے لگا۔ اگر جس شخص نے آپ کو زخمی کیا اگر آپ نام بتائیں
تو اس کو سزا دوں گا۔ ظاہر ہے طواف کے ہجوم میں آپ نہ
اس شخص کو ٹھیک طور پر دیکھ سکے تھے اور نہ پہچان سکے تھے۔
آپ نے جواب دیا تو ہی تو ہے جس نے مجھ کو تکلیف پہونچائی۔
اس نے پوچھا۔ میں نے آپ کو کیسے تکلیف پہونچائی ہے؟
آپ نے جواب دیا جس روز تو نے اللہ کے حرم میں ہتھیار داخل
کئے (یعنی لوگوں کو ہتھیاروں کے ساتھ طواف کی اجازت
دی۔ اگر تو یہ نیا طریقہ شروع نہ کرتا تو وہ برچھے والا
برچھا لے کر طواف کیسے کرسکتا؟ اور میرے پیر پر برچھا گرنے
کی نوبت نہ آتی)[2]۔

۱۔ طبقات ابن سعد جزو ۷ صفحہ ۲۱۰ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد

۲۔ طبقات ابن سعد جزو ۷ صفحہ ۲۱۱ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد

حضرت سعید بن عمرو بن سعید بن العاص کا بیان ہے
کہ جب حجاج حضرت ابن عمرؓ کی عیادت کو آیا تو وہ خود بھی
وہاں موجود تھے۔ حجاج نے آپ سے آپ کو زخمی کرنے والے
کا پتہ پوچھا تو آپ نے جواب دیا مجھے اس نے زخمی کیا جس
نے حرم میں ہتھیار لانے کی اجازت دی جبکہ حرم میں ہتھیار
لانا ناجائز ہے۔[۱] (اس جملے کا مطلب تھا کہ اے حجاج
تو خود مجھے زخمی کروانے والا شخص ہے جبکہ تو نے ہی لوگوں کو ہتھیار
لے کر طواف کرنے کی اجازت دی جبکہ حرم میں ہتھیار لانے کی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفت فرمائی)

بہرحال حضرت ابن عمرؓ کی شہادت بھی بنی امیہ
کے دور حکمرانی کا بہت ہی افسوس ناک واقعہ ہے۔ آپ
ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے
تو دوسری طرف چاروں خلفاء کا دور ملاحظہ فرما کر ان خلفائے
عظام کے علم و عمل کو حاصل کیا تھا جس کا اثر یہہ ہوا کہ
آپ کے گھر کے غلام اور نوکر بڑے بڑے

۱۔ اس میں کوئی شک نہیں حجاج بے حد ظالم شخص تھا لیکن اسلام میں ملوکیت اور موروثی
بادشاہی کا طریقہ شروع ہونے کے بعد گذشتہ چودہ سو سالوں میں لاکھوں حجاج جیسے ظالم پیدا ہوئے۔

علماء کے استاد بن گئے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ تو بہت زیادہ بڑے
مرتبہ کے عالم تھے۔ علم قرآن۔ تفسیر۔ حدیث اور فقہ سب
میں ایک ساتھ کمال علم رکھتے تھے۔ آپ کے حلقہ درس میں بیٹھ
کر آپ کے گھر کے غلاموں نے علم میں وہ مہارت پیدا کر لی تھی کہ
بڑے بڑے علماء ان غلاموں کے درس میں شریک رہتا اور ان سے
علم حاصل کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔ علم فقہ کے بہت
بڑے عالم امام مالکؒ جو امام شافعیؒ کے استاد بھی تھے حضرت
عبداللہ ابن عمرؓ کے غلام نافعؒ کے شاگرد تھے۔ علم حدیث
میں وہ حدیث "سلسلۃ الذہب" کہلاتی ہے جس کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے سنا اور اپنے
غلام نافع کے آگے بیان کیا اور نافع نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ
سے سن کر اپنے شاگرد امام مالکؓ سے بیان کیا اور امام مالکؒ
نے حضرت نافعؒ سے سن کر اپنے شاگردوں سے بیان کیا۔ (سلسلۃ
الذہب کے معنی سونے کی زنجیر جس میں کوئی کھوٹ نہ ہو)

حضرت امام مالکؓ سے ایک بار عباسی شہنشاہ ابوجعفر
المنصور نے پوچھا "تم لوگوں نے (یعنی اس زمانے کے عالموں
نے) تمام اقوال میں ابن عمرؓ کے قول (یعنی ان کی کہی ہوئی بات)

کو کیوں اختیار کر لیا ہے۔؟" حضرت امام مالکؒ نے جواب
دیا" امیر المومنین — وہ طویل عمر تک زندہ رہے۔ ان کے
زمانے کے لوگوں میں دو مردوں کی بہ نسبت ان کو بہت زیادہ علم
و فضل حاصل تھا — ہم نے اپنے سے پہلے کے لوگوں کو دیکھا کہ
(علم) ان سے حاصل کرتے تھے — تو ہم نے بھی ان سے
حاصل کیا — (ہم سے پہلے کے لوگوں نے کہا) ان ہی کا قول اختیار
کرو — اگرچہ وہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ
کے قول کے خلاف ہو۔ ؎

حضرت عمر فاروقؓ کے گھر کے غلام حضرت زید بن اسلمؓ
تھے۔ وہ بھی حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے شاگرد تھے اور اتنے
بڑے درجے کے عالم بن گئے کہ جب وہ مسجد نبویؐ میں درس دیتے تھے
تو آپ کا لیکچر سننے اسلامی قانون کے چالیس چالیس ماہرین بھی
آپ کے دیگر شاگردوں کے ساتھ بیٹھ کر علم حاصل کرنے آیا کرتے۔

؎ امام مالکؒ کا یہ قول کہ "ہم نے اپنے سے پہلے کے لوگوں کو دیکھا کہ علم ان سے حاصل کرتے تھے
تو ہم نے بھی ان سے حاصل کیا" یہ ایک مرادی محاورہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو علم
عبداللہ بن عمرؓ چھوڑ گئے اسکو حاصل کیا۔ ورنہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے انتقال کے وقت تک
امام مالکؒ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

حد اور انتہا یہ تھی کہ حضرت امام حسینؓ کے صاحبزادے حضرت امام زین
العابدینؓ بھی آپ کا لیکچر سننے تشریف لاتے۔ لوگوں نے اعتراض
کیا کہ — آپ اپنی خاندانی مجلس چھوڑ کر ابن خطاب کے غلام کے
درس میں شریک ہوتے ہیں۔! تو حضرت امام زین العابدینؓ نے
فرمایا۔ آدمی اسی مجلس میں شریک ہوتا ہے جس سے اس کے دین کو
کچھ فائدہ پہونچتا ہے۔ ؎! اسی طرح حضرت زید بن اسلمؓ سے درس
حاصل کرنے والوں میں حضرت امام مالکؒ بھی شامل تھے۔ نافعؓ
اور زید بن اسلمؒ کا جب یہ علمی مرتبہ تھا تو ان کے آقا اور استاد
حضرت عبداللہ ابن عمر فاروقؓ کا علمی مرتبہ کیا ہوگا۔؟ اور جب
حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے غلاموں نے یہ علمی مرتبے حاصل کئے
تو آپ کے بھائیوں اور بیٹوں کا علم کیا ہوگا۔؟ اور خود آپ کا
علم کیا ہوگا۔؟ جو آپ نے راست رسول کریمؐ سے حاصل فرمایا
تھا۔ اس قدر اعلیٰ علمی مرتبہ رکھنے کے باوجود حضرت عبداللہ
ابن عمرؓ بے حد منکسر المزاج تھے اور اگر آپ کو کوئی بات معلوم
نہ ہوتی تو بجائے سائل کو ادھر اُدھر کا جواب دینے کے صاف

؎ طبقات کبیر۔ ابن سعد جزو ۵ صفحہ ۱۶۷ دارالترجمہ
جامعہ عثمانیہ حیدرآباد ۱۹۴۴ء

صاف کہہ دیتے تھے کہ مجھے یہ بات معلوم نہیں۔ ابن سعد نے
حضرت ہشام بن عروہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ اپنے والد (حضرت
عروہ بن زبیرؓ) سے سنے تھے کہ ایک بار ابن عمرؓ سے کوئی مسئلہ
پوچھا گیا تو انہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔! جب وہ شخص چلا
گیا تو خود بخود فرمایا۔ ابن عمر سے وہ بات پوچھی گئی جو اس کو معلوم
نہ تھی۔ تو اس نے کہہ دیا کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے[1]

امام شعبیؒ کا بیان ہے کہ میں ایک سال تک ابن عمر
کے ساتھ رہا مگر انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث
بیان کرتا ہوا نہیں سنا۔ (یعنی وہ بلا ضرورت حدیث نہیں بیان
کرتے تھے)۔ ابن عمر کہا کرتے تھے "لوگو۔! مجھ سے دور رہو۔
میں ایک ایسے حضرت کے ساتھ تھا جو بہت زیادہ علم والے تھے
(غالباً یہ اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے) اگر میں
یہ جانتا کہ تم لوگوں میں اتنی زیادہ مدت تک زندہ رہوں گا،
اور تم لوگ مجھ سے علم حاصل کروگے۔ تو میں تمہارے لئے
اور زیادہ سیکھ لیتا[2]۔

---

[1] طبقات کبیر ابن سعد جزء ۷ صفحہ ۱۲۸ دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد ۱۹۴۴ء

[2] طبقات کبیر ابن سعد جزء ۷ صفحہ ۱۷۱ دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ حید آباد ۱۹۴۴ء

مجاہد (جو اہم مفسر قرآن گزرے ہیں) فرماتے تھے کہ ابن
عمر جب جوان تھے تو لوگ ان کی اقتدا نہیں کرتے تھے جب بوڑھے
ہو گئے تو لوگ ان کی اقتدا کرنے لگے۔ بات صاف ہے کہ سینیر صحابہ کے
دنیا سے اٹھ جانے کے بعد نوجوان صحابہ کی اہمیت شروع ہوئی)

مورخ ابن سعد نے لکھا ہے کہ محمد نامی ایک تابعی فرماتے
تھے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے دور کے نیک لوگ اللہ سے دعا
کرتے تھے "یا اللہ۔ آپ جب تک عبداللہ ابن عمرؓ کو زندہ رکھیں
اس طرح زندہ رکھیں کہ ہم ان کی پیروی کرتے رہیں کیونکہ ہم ان
سے زیادہ عالم کسی کو نہیں جانتے"[1]

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
سے بے حد محبت اور عقیدت رکھتے۔ حضرت عاصم بن محمدؒ کا بیان
ہے کہ آپ کے والد بیان کرتے تھے کہ عبداللہ ابن عمرؓ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا جب بھی ذکر کرتے تو آپ کی آنکھیں نم ہوئے
بغیر اور آنسو بہے بغیر نہیں رہتی تھیں[2]

جب آپ کسی سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے

---

[1] طبقات کبیر ابن سعد جزء ۷ صفحہ ۱۶۸ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد ۱۹۴۴ء

[2] طبقات محمد ابن سعد جزء ۷ صفحہ ۱۹۳ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد

روضۂ مطہرہ پر حاضر ہوتے اور اس طرح فرماتے السَّلَامُ عَلَیْکَ
یَا رَسُوْلَ اللّٰہ۔ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا بکرؓ
السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَتَاہ۔ (ابتاہ۔ یا میرے ابا)
حضرت نافعؒ نے اس بیان پر اس قدر اضافہ کیا ہے کہ اس
طرح سلام سے پہلے آپ مسجد میں نماز (نفل) پڑھ لیتے۔ اوپر
بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے اپنے سخت درد والے پیر کو "یا محمدؐ" کہہ
کر ٹھیک کر لیا تھا۔[1] خود حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ
جب سے رسول اللہؐ کا انتقال ہوا ہے نہ میں نے کوئی اینٹ پر اینٹ
رکھی (یعنی مکان بنایا) اور نہ کوئی کھجور کا درخت بویا۔[2]
بی بی عائشہ فرماتی تھیں کہ سفر کی منزلوں میں حضورؐ کی
پیروی ابن عمرؓ سے زیادہ کوئی نہیں کرتا تھا۔[3]
حضرت نافع کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو اپنے
مال میں سے کوئی چیز بہت پسند آجاتی تو آپ اس کو اللہ کے لئے
خیرات کر دیتے یا قربان کر دیتے۔ ایک بار آپ ایک اونٹ

---

۱ طبقات محمد بن سعد جزو ۴ صفحہ ۱۷۸ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد
۲ طبقات محمد بن سعد جزو ۴ صفحہ ۱۹۵ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد
۳ طبقات محمد بن سعد جزو ۴ صفحہ ۱۷۸ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد

پر سواری کے لئے۔ آپ کو اس کی چال بہت پسند آئی آپ نے اس
کو قربانی کے جانوروں میں داخل فرما دیا۔ آپ کی کنیزوں میں سے
ایک کنیز آپ کو پسند آگئی۔ جب آپ کے دل میں اس کی محبت
بڑھنے لگی تو فوراً آپ نے اس کی شادی اپنے ایک آزاد کردہ
غلام سے کر دی۔ یہاں تک کہ اگر کسی غلام کی خدمت گزاری پسند
آتی تو اس کو فوراً آزاد کر دیتے۔ نیز جو غلام نماز کی پابندی کرتے
اور عبادت کرتے تو بھی آپ ان کو آزاد کر دیتے آپ کے احباب
آپ کو مشورہ دیتے۔ ابن عمرؓ یہ غلام اپنی آزادی کے لئے آپکو
دھوکہ دیتے ہیں۔ تو آپ جواب دیتے۔ "جو ہمیں اللہ کے
ذریعے سے دھوکا دے گا ہم اس سے دھوکا کھانا پسند کریں گے"
اور اپنے غلاموں کو نصیحت فرماتے تھے جب تم مجھے خط لکھو
تو اپنا نام پہلے لکھو کیونکہ یہی سنت ہے۔ (رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ بڑے سے بڑے شہنشاہ یا معمولی سے
معمولی آدمی کو خط لکھتے تو اس طرح خط کی ابتداء کرتے "منجانب
محمد رسول اللہ بطرف فلاں ابن فلاں" لیکن یہ بھی ایک حقیقت
ہے کہ حضورؐ کو صحابہؓ خط لکھتے تو کبھی اپنا نام پہلے نہیں لکھتے
تھے اور پورے احترام کے ساتھ اس طرح لکھتے۔ بخدمت شریف

رسول اللہؐ منجانب خالد بن ولید یا منجانب عباس بن عبدالمطلب وغیرہ
اسی طرح بعد میں خلفائے راشدین کو بھی صحابہ خط لکھتے تو پہلے
"بخدمت شریف امیرالمومنین عمر بن خطاب منجانب خالد بن ولید
یا منجانب سعد بن ابی وقاص" لکھا کرتے۔ لیکن حضرت عبداللہ ابن
عمرؓ اپنے غلاموں کو پہلے غلام کا اپنا نام لکھنے کا حکم دیتے تاکہ
غلام میں عاجزی اور آپ میں غرور پیدا نہ ہو۔

ابن سعد نے ایک اور بزرگ کا قول نقل کیا ہے کہ قریش
کے نوجوانوں میں اپنے نفس پہ سب سے زیادہ قابو رکھنے والے
ابن عمرؓ تھے۔ اور اپنے لڑکوں میں سے کسی کو گانا گاتا ہوا پاتے
تو خوب مارتے تھے اور اگر کسی بیٹے کو شطرنج کھیلتا ہوا دیکھ لیتے
تو شطرنج اٹھا کر اس کے سر پہ مارتے تھے[۱]

حضرت سعید المقبری کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرمایا

---

[۱] طبقات۔ ابن سعد۔ جزو ۷۔ صفحہ ۱۷۹ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد۔

نوٹ:۔ دولت اور غلاموں کی کثرت کے سبب عہد بنی امیہ کے حجاز میں گانے اور
دلچسپ کھیل اور تماشوں کا رواج چل پڑا تھا۔ اور نئی نسل ان مشغلوں سے دلچسپی لینے
لگی تھی۔ ان مشغلوں کی تفصیلات کے لیے پڑھیے۔ نظام الدین مغربی کی تالیف مغربی
انڈیا حصہ چہارم مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۸۳ء

کرتے کہ میں بازار جاتا ہوں مگر کوئی ضرورت نہیں رہتی سوائے اس
کے جو لوگ ملیں ہیں ان کو سلام کر دوں (یعنی سلام کا ثواب کماؤں)

حضرت نافعؒ کا ایک اور بیان ہے کہ ابن عمرؓ نے کسی کی
وصیت یا تحفے کو رد نہیں فرمایا سوائے مختار ثقفی (والئی عراق جو
یزید بن معاویہ کی موت کے بعد کچھ عرصہ عراق پر قابض ہو گیا تھا)
کے تحفے کے۔ (لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تحفہ پیش کرنے والا
اگر آپ سے پہلے پوچھ لیتا کہ آپ کو کیا چاہیئے تو نہ اس کا جواب دیتے
اور نہ اس کا تحفہ لیتے) اسی طرح آپ بے حد خیرات کرتے اور جو
چیز آپ اپنی پسند سے خریدتے یا تیار کر واتے اسی کو سب سے
پہلے خیرات کرتے۔

حضرت نافعؒ کا بیان ہے کہ ایک بار آپ نے مچھلی کھانے
کی خواہش کی۔ گھر والوں نے مچھلی پکا کر جب آپ کے آگے رکھی
تو عین اسی وقت ایک فقیر نے آواز دی۔ آپ نے وہ ساری کی ساری
مچھلی اس کو دے دی۔ اور ایک بار آپ سخت بیمار ہو گئے تو آپ کے لئے
مہنگی قیمت پر ایک درہم میں (یعنی ایک تولہ چاندی میں) پانچ یا چھے
انگور خرید کر لائے گئے اور جب آپ ان کو کھانے کے قریب ہوئے پھر

---

[۱] طبقات۔ ابن سعد جزو ۷ صفحہ ۱۸۰ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد

ایک فقیر نے آواز دی ۔ آپ نے یہ انگور اس فقیر کو دے دیئے مجبوراً گھر والوں نے آپ کی بیماری کے پیش نظر وہ انگور اس فقیر سے دوبارہ خرید کر آپ کو کھلائے گئے ۔

میمون بن مہران کا بیان ہے کہ لوگوں نے عبداللہ ابن عمرؓ کی بیوی پر لعن طعن کی کہ وہ ان کا خاص خیال نہیں رکھتیں ۔ وہ بے چاری کہنے لگیں ۔ میں کیا کروں ۔ ؟ جب بھی ان کے لئے اچھا کھانا تیار کیا جاتا ہے وہ کسی کو بلا لیتے ہیں اور کھلا دیتے ہیں ۔ [1]

آپ کی زوجہ محترمہ کو معلوم تھا کہ فقیروں کا ایک گروہ آپ کے راستے میں بیٹھا کرتا ہے تاکہ آپ ان سب کو کھانے کے لئے ساتھ لے چلیں ۔ ایک بار بیوی نے ان سب کو پہلے ہی کھانا بھیج کر کہلا بھیجا کہ ابن عمرؓ کے راستے پر نہ بیٹھنا ۔ جب حضرت ابن عمرؓ گھر آئے اور ان لوگوں کو بلا بھیجا تو انہوں نے کہلوایا کہ انھیں کھانا مل چکا ہے اور وہ مزید کھانے کی بھوک نہیں رکھتے ۔ حضرت ابن عمرؓ نے بیوی کی اس حرکت پر اس رات کھانا ہی نہ کھایا اور بھوکے سو گئے ۔ !

(سخی انسان کو تنہا کھانا گوارا نہ ہوا [2])

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو حضرت عثمانؓ کے دور سے تین ہزار

۱۔ طبقات ۔ ابن سعد جزو ۷ صفحہ ۱۹ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ

۲۔ " " " "

درہم سالانہ وظیفہ ملتا تھا جس کے سبب آپ خوش حال زندگی گزار سکتے تھے لیکن ہمیشہ فقیرانہ زندگی پسند کرتے تھے ۔ ایک بار ایک حکیم نے ایک قسم کی جوارش آپکے آگے پیش کی اور عرض کیا یہ ہاضمہ ٹھیک کرتی ہے تو آپ نے جواب دیا میں اس کو لے کر کیا کروں کہ ایک ماہ سے میں نے کسی وقت پیٹ بھر کھانا نہیں کھایا ہے ۔ (حالانکہ ان دنوں آپکے گھر میں غلہ اور ضروریات کے سامان کی کمی نہ تھی [1])

حضرت سعید بن جُبیرؓ کا بیان ہے کہ ابن عمرؓ نے ایک غلام خرید کر اپنی والدہ کے لئے وقف فرمایا تھا ۔ ایک بار بازار میں ایک خوبصورت بکری نظر آئی تو بکری خرید کر اس غلام کے لئے وقف کیا ۔ اس روز آپ روزہ تھے غلام نے افطار کے لئے اسی بکری کا دودھ پیش کیا تو آپ نے اس دودھ سے افطار کرنا پسند نہ فرمایا جس کا سبب بتایا کہ یہ بکری اس غلام کی ہے جو ان کی والدہ کے لئے وقف کیا گیا ہے اسی لئے موقوفہ غلام کے مال سے افطار کرنا آپ کو پسند نہ ہوا [2] اوقافی جائدادوں سے آمدنی حاصل کرنے والے غور کریں ؟ اور اوقافی جائداد پر ناجائز قبضہ کرنے والے ۔

یزید بن معاویہ اور اس کے بیٹے معاویہ دوم کی موت کے

۱۔ طبقات ابن سعد جزو ۷ صفحہ ۱۷۴ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ

۲۔ طبقات ابن سعد جزو ۷ صفحہ ۱۷۴ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ

بعد مروان بن حکم نے بہت خواہش کی اور اصرار کیا کہ آپ خلافت
قبول کیجئے لیکن آپ نے ہرگز قبول نہ فرمایا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کس قدر سادہ مزاج تھے
اور کس قدر سادہ زندگی بسر کرتے ذیل کے واقعے سے اندازہ ہوتا ہے!

حضرت نافعؒ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کعبہ
کا طواف کر رہے تھے کہ طواف کے دوران حضرت زبیرؓ کے
صاحبزادے حضرت عروہؓ نے آپ کو پیام دیا کہ آپ کی لڑکی کی شادی
ان کے ساتھ کر دی جائے۔ حضرت عروہؓ کو حضرت ابن عمرؓ
نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جس سے حضرت عروہؓ سمجھے کہ حضرت ابن
عمرؓ کو یہ رشتہ پسند نہیں ہے۔ حج کے بعد سب لوگ مدینہ
واپس آئے اور پھر حضرت عروہؓ نے حضرت ابن عمرؓ سے ملاقات
کی تو آپ نے انھیں جواب دیا۔ "تم نے طواف میں میری بیٹی کے
بارے میں کہا تھا حالانکہ ہم اس وقت اللہ کو اپنی آنکھوں کے
سامنے دیکھ رہے تھے۔ یہی بات تھی کہ میں تم کو جواب نہ دے
سکا۔! اب بتاؤ کیا تم کو اب بھی اس بات کی خواہش ہے۔؟ تو
حضرت عروہؓ نے جواب دیا۔ میں اس بات کا اور زیادہ خواہش مند
ہوں۔ حضرت نافعؒ کا بیان ہے کہ آپ نے مجھے حکم دیا کہ لڑکی
کے دونوں بھائیوں کو بلاؤ۔ اور حضرت عروہؓ نے دریافت کیا کہ

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے لڑکوں میں سے بھی چند
کو بلا لیا جائے۔؟ تو آپ نے فرمایا۔ اس کی ضرورت نہیں۔

جب لڑکی کے دونوں بھائی آ گئے تو حضرت عبداللہ
ابن عمرؓ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا یہ عروہ بن
زبیرؓ ہیں۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنھیں تم خوب پہچانتے
ہو۔ یہ تمہاری بہن سودہ سے نکاح چاہتے ہیں۔ میں اس لڑکی
کا ان سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں جو اللہ نے عورتوں کے لئے
مردوں سے لیا ہے اور یا تو نیکی کے ساتھ نکاح میں رکھنا یا احسان
کے ساتھ طلاق دے کر آزاد کر دینا اور اس مہر پر نکاح کرتا
ہوں جس کے بدلے اللہ نے مردوں کے لئے عورتوں کو حلال کیا۔
اے عروہ کیا تم اس عہد پر راضی ہو۔؟ حضرت عروہ نے جواب دیا
"جی ہاں" انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے اللہ کی برکت پر اس
لڑکی کا نکاح کر دیا۔

جب حضرت عروہ بن زبیرؓ نے ولیمہ ترتیب دیکر حضرت
عبداللہ ابن عمرؓ کو دعوت دی آپ دعوت میں شرکت کے لئے آئے۔ اور
فرمایا۔ عروہ کل شام ہی تم مجھ سے اس دعوت کا ذکر کر دیتے تو آج میں
روزہ نہیں رکھا ہوتا۔ اب بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے بیٹھوں یا چلا جاؤں
حضرت عروہؓ نے عرض کیا ہے بہتر ہے آپ واپس جا کر آرام فرمائیے۔

حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود ایک ایسی مثالی شخصیت تھے کہ جن کے بارے میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہی ہوتے" سرکار ؐ کے اس ارشاد گرامی کے مجسم حضرت عمر فاروق رضؓ تھے۔ آپ نے اپنے بیٹوں، پوتوں اور غلاموں کی ایسی شاندار نسل چھوڑی کہ آئندہ زمانے میں ان تمام نے علوم اسلامی کی اشاعت میں جو حصہ لیا اور آنے والی نسلوں کو جس قدر علم پہونچایا ان تمام کے احسان تلے ساری ملت اسلامیہ دبی ہوئی ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضؓ ان سب میں سب سے زیادہ روشن سورج ہیں جن کی ضیا پاشیوں سے سارے علوم اسلامی جگمگا رہے ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضؓ۔ آپ کے صاحبزادے سالم بن عبد اللہ بن عمر رضؓ آپ کے غلام ان حضرت زید بن اسلم۔ حضرت نافع رحؒ اور اسی فاروقی نسل میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحؒ حضرت ابراہیم بن ادھم بلخی رحؒ حضرت فرید الدین گنج شکر رحؒ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی رحؒ۔ حضرت مجدد الف ثانی رحؒ سب کے سب اپنے اپنے زمانے کے آفتاب تھے۔ اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت عمر فاروق رضؓ اور اوپر بیان کئے ہوئے بزرگوں کے صدقے میں حیدر آباد کے مسلمانوں کی حالت بہتر بنائے۔ ان کو دین کا خدمت گزار بنائے اور نظام الدین مغربی اور اس کے والدین و اولاد کی مغفرت فرمائے۔ انھیں عذاب نار عذاب دوزخ اور عذاب قبر سے بچائے (آمین یارب العالمین)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ
اَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا

جناب نظام الدین مغربی کی مطبوعات

کتاب	قیمت
ترجمۂ تفسیر سورۂ انعام	دو روپے پچاس پیسے
سیرۃ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	دو روپے پچاس پیسے
سیرۃ حضرت امام بخاری رحؒ	دو روپے پچاس پیسے
سیرۃ حضرت مصعب بن عمیر رضؓ	دو روپے پچاس پیسے
سیرۃ حضرت سعد بن معاذ رضؓ	دو روپے پچاس پیسے
سیرۃ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ	دو روپے پچاس پیسے
سیرۃ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضؓ	دو روپے پچاس پیسے
سیرۃ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضؓ	دو روپے پچاس پیسے
سیرۃ حضرت معاذ بن جبل رضؓ	دو روپے پچاس پیسے
تاریخ مغربی ایشیا عہد بنی امیہ حصہ اول	دو روپے پچاس پیسے
تاریخ مغربی ایشیا عہد بنی امیہ حصہ دوم	دو روپے پچاس پیسے
تاریخ مغربی ایشیا عہد بنی امیہ حصہ سوم	دو روپے پچاس پیسے

(ملنے کا پتہ)

حضرت عبد العزیز اکیڈمی

۵۴-۵-۱۱- ریڈ ہلز حیدر آباد (۴) اے، پی

جناب نظام الدین مغربی کی مطبوعات

ترجمۂ تفسیر سورۂ انعام	دو روپے پچاس پیسے
سیرۃ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	دو روپے پچاس پیسے
سیرۃ حضرت امام بخاریؒ	دو روپے پچاس پیسے
سیرۃ حضرت مصعب بن عمیرؓ	دو روپے پچاس پیسے
سیرۃ حضرت سعد بن معاذؓ	دو روپے پچاس پیسے
سیرۃ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ	دو روپے پچاس پیسے
سیرۃ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ	دو روپے پچاس پیسے
سیرۃ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ	دو روپے پچاس پیسے
سیرۃ حضرت معاذ بن جبلؓ	دو روپے پچاس پیسے
تاریخ مغربی ایشیا عہد بنی امیہ حصہ اول	دو روپے پچاس پیسے
تاریخ مغربی ایشیا عہد بنی امیہ حصہ دوم	دو روپے پچاس پیسے
تاریخ مغربی ایشیا عہد بنی امیہ حصہ سوم	دو روپے پچاس پیسے

(ملنے کا پتہ)

حضرت عبدالعزیز اکیڈیمی

۵۴-۵-۱۱- ریڈ ہلز حیدرآباد (۴) اے، پی

گزارش

اگر آپ ہماری اِس کتاب کی دس بیس کاپیاں اپنے دوست احباب اور رشتہ داروں کو فروخت کروادیں تو ہم کو ایک اور صحابیؓ رسول کی سوانح حیات شائع کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔ کیا آپ اس اچھے کام میں ہماری مدد کرنا پسند نہیں کریں گے۔؟

نظام الدین مغربی

۵۴-۵-۱۱- ریڈ ہلز حیدرآباد

۵۰۰۰۰۴